أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ

اللہ تعالی کی نشانیاں

اور مسئلہ خلق القرآن

از

ابو شہریار

۲۰۲٤

فہرست

الوحی کے مفاہیم
آیت ، نشانی، معجزہ، دلیل نبوت
قرن دوم میں مسئلہ خلق القرآن کا آغاز
امام بخاری کا مسئلہ خلق القرآن پر موقف
مسئلہ لفظی کی وضاحت
مسئلہ لفظی بالقرآن پر امام احمد کا موقف اور بخاری کا اختلاف
امام بخاری و امام الذھلی کا مناقشہ
ابواب صحیح بخاری ان کے تراجم، معلقات، اور امام کا تبصرہ
ڈاکٹر عثمانی کا تصانیف امام بخاری پر موقف
کلمہ اللہ کا عربی میں مطلب کیا ہے؟
مخلوق میں صفات اللہ کا عقیدہ

پیش لفظ

جدید جہمیوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا ہے کہ صفات اللہ کا پر تو اس کے انبیاء عیسیٰ و سلیمان علیہما السلام میں ظاہر ہوا - عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور سلیمان ہواؤں کو چلاتے تھے لہٰذا اللہ نے ان صفات کو اپنی مخلوق عیسیٰ و سلیمان کو دے دیا- جہمی لوگ اس قول کو اِس طرح بیان کرتے ہیں : " اللہ کی صفت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی " -

جدید جہمیوں کے بقول یہ سب کرنا اللہ کے حکم سے ہوا یعنی مخلوق میں صفت باری کا ان کو عکس نظر آ رہا ہے اور اپنے اس باطل عقیدے کو الجھی ہوئی عبارات کے ذریعہ وہاٹس ایپ کے ذریعے سے گردش میں لاتے رہے -

اس سے قبل انہی لوگوں نے دجال کے حوالے سے یہ عقیدہ پھیلایا کہ دجال کو قوت من جانب اللہ ملے گی کہ مردوں کو زندہ کرے اور اس حوالے سے ان لوگوں نے راقم سے بہت بحثیں کی- راقم نے اس وقت بھی وضاحت کی تھی کہ انبیا کو معجزہ ملنے کا مطلب قوت النبی ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا فعل ہے - نبی تو صرف خبر کرتا ہے کہ ایسا ایسا ہو گا اور پھر وہ من جانب اللہ ہو جاتا ہے -اسی طرح معجزہ صرف حق کے اثبات کے لئے ہوتا ہے- کفر کے اثبات پر نہیں ہوتا

جہمیوں کا قول سننے کو مل رہا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی صفت صوفیا کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوتیں لیکن نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو سکتیں ہیں اور اس کا ایک نیا نام ان لوگوں نے معجزاتی صفت رکھ دیا اور پھر کہا کہ قرآن بھی مخلوق ہے - ظلمات بعضها فوق بعض

اس گمراہی کے سد باب کی ضرورت ہے اور اس حوالے سے ایک تحریر "نشانی" پہلے سے اس ویب سائٹ پر موجود ہے

ابو شہریار

رمضان ۱۴۴۵

الوحی کے مفاہیم

قرآن سورہ حم السجدہ میں ہے

فَقَضٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا

پس دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب احکام کی وحی بھیج دی

سورہ الانعام میں ہے

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (121)

اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ، ایسا کرنا فسق ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں (کے دِلوں میں شکوک و اعتراضات) القا کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے ان کی اطاعت قبول کرلی تو یقیناً تم مشرک ہو 86

اسی سورت میں ہے

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نِبِيٍّ عَدُوّاً شَيَاطِينَ الإنس والجن يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ القول غُرُوراً

اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانون اور شیطان جِنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آیند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں۔

سورہ الانعام میں ہے

واوحي الي هذا القرآن لانذركم به

مجھ پر یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہیں ڈراؤں

لغوی اعتبار سے کسی چیز کی خفیہ طور پر اور جلدی اطلاع دینا وحی کہلاتا ہے۔ چونکہ اس میں اخفاء کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔ اس لیے آئمہ لغت کے نزدیک کتابت، رمز واشارہ اور خفیہ کلام سب "وحی" کی تعریف میں آتا ہے۔ لیکن "وحی" کا اصطلاحی مفہوم، اس لغوی معنی کی نسبت خاص ہے۔ شرعی اصطلاح سے میں وحی سے مراد اللہ عزوجل کا اپنے منتخب انبیاء کو اخبار واحکام پہنچانا ہے

ابو جعفر الطبری تفسیر میں آیت وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ (111) کی تفسیر میں الوحی کے لفظ کی وضاحت کرتے ہیں کہ عربوں میں الوحی کا لفظ کس کس استعمال کیا جاتا ہے

وأصل"الإيحاء"، إلقاء الموحِي إلى الموحَى إليه.

وذلك قد يكون بكتاب وإشارة وإيماء، وبإلهام، وبرسالة، كما قال جل ثناؤه: (وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ) [سورة النحل: 68] ، بمعنى: ألقى ذلك إليها فألهمها، وكما قال: (وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ) [سورة المائدة: 111] ، بمعنى: ألقيت إليهم علمَ ذلك إلهامًا، وكما قال الراجز:

* أَوْحَى لَهَا القَرَارَ فاسْتَقَرَّتِ *

بمعنى ألقى إليها ذلك أمرًا، وكما قال جل ثناؤه: (فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا) [سورة مريم: 11] ، بمعنى: فألقى ذلك إليهم إيماء. والأصل فيه ما وصفتُ، من إلقاء ذلك إليهم. وقد يكون إلقاؤه ذلك إليهم إيماءً، ويكون بكتاب. ومن ذلك قوله:

(وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ) [سورة الأنعام: 121] ، يلقون إليهم ذلك وسوسةً، وقوله: (وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لأنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ) [سورة الأنعام: 19] ألقى إلي بمجيء جبريل عليه السلام به إليّ من عند الله عز وجل.

وأما"الوحْي"، فهو الواقع من الموحِي إلى الموحَى إليه، ولذلك سمت العرب الخط والكتاب"وحيًا"، لأنه واقع فيما كُتِب ثابتٌ فيه، كما قال كعب بن زهير:

أَتَى العُجْمَ والآفَاقَ مِنْهُ قَصَائِدٌ ... بَقِينَ بَقَاءَ الوَحْيِ فِي الحَجَرِ الأَصَمّ

يعني به: الكتابَ الثابت في الحجر. وقد يقال في الكتاب خاصةً، إذا كتبه الكاتب:"وحَى" بغير ألف، ومنه قول رؤبة:

كَأَنَّهُ بَعْدَ رِيَاحٍ تَدْهَمُهْ ... وَمُرْثَعِنَّاتِ الدُّجُونِ تَثِمُهْ إِنْجِيلُ أَحْبَارٍ وَحَى مُنَمْنِمُهْ

ترجمہ : الإيحاء کا ماخذ وحی کرنے والے (الموحِي) کی طرف سے الموحَى إليه اس شخص تک پہنچانا ہے جس پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ یہ تحریر، نشانی، اشارے، الہام یا پیغام کے ذریعے ہو سکتا ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ) [سورة النحل: 68] ، "اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا" (سورة النحل: 68) یعنی اس نے اسے وحی کے ذریعے پہنچایا۔ اور جیساکہ اس نے فرمایا: : (وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ) [سورة المائدة: 111] "اور (یاد کرو) جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی" (سورة المائدة: 111) یعنی: میں نے وحی کے ذریعے ان تک یہ علم پہنچایا۔ اور جیساکہ شاعر الراجز نے کہا:

أَوْحَى لَهَا القَرَارَ فاسْتَقَرَّتِ

"اس نے اس کو رکنے کا اشارہ کیا پس وہ رک گئ"

یعنی اس نے اسے حکم القا کے طور پر پہنچایا۔ اور جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ

سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا) [سورة مريم: 11] "پھر اس نے ان لوگوں کو وحی کی کہ صبح وشام (اللہ کی) تسبیح کرو" (سورة مريم: 11) یعنی اس نے ان تک اشارہ کے طور پر یہ پیغام پہنچایا۔ اس سیاق وسباق میں اصل، جیساکہ میں نے بیان کیا، ان تک پہنچانے کا عمل ہے. نقل وحمل اشارے کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اور یہ تحریر کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ یہ اس کے اس فرمان کی طرح ہے: (وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ) [سورة الأنعام: 121] "اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کو ترغیب دیتے ہیں" (سورة الأنعام: 121) وہ ان تک یہ وسوسے پہنچاتے ہیں اور اس کا ارشاد ہے: (وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ) [سورة الأنعام: 19] "اور یہ قرآن مجھ پر نازل کیا گیا تاکہ میں تمہیں اس سے خبردار کروں اور جس تک وہ پہنچے" (سورة الأنعام:) جو مجھے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے اللہ کی طرف سے پہنچایا گیا۔

جہاں تک وحی کا تعلق ہے تو یہ الموحِي الوحى جس نے کی سے اس الموحَى إليه مخلوق تک ہوتا ہے جس پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں نے تحریر اور صحیفے کو بھی "وحی" کا نام دیا ہے کیونکہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ثابت سمجھا جاتا ہے، جیساکہ کعب بن زہیر نے کہا ہے

أَتَى العُجْمَ والآفَاقَ مِنْهُ قَصَائِدٌ ... بَقِينَ بَقَاءَ الوَحْيِ فِي الحَجَرِ الأَصَمّ

اس کی طرف سے عجمیوں اور آفاق پر قصیدے آتے ہیں

وحی کے طور پر باقی رہتے ہیں بہرے پتھر کے اندر

اس کا مطلب یہ ہے کہ تحریر ، پتھر لکھی ہے۔

معانی القرآن وإعرابہ از إبراہیم بن السری بن سہل، ابوإسحاق الزجاج (المتوفی: 311ھـ) میں

عربی میں مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے

ومعنى الوحي في اللغة على وجهين يرجعان إلى معنى الإِعْلامِ والإِفهَام

فمن الوحي وَحْيُ الله إلى أنبيائه بما سمعت الملائكة من كلامه، ومنه الإلهام

كما قال اللَّه: (وَأَخْرَجَتِ الأَرْضُ أَثْقَالَهَا) إلى (بأن رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا)

معناهُ أَلْهَمَهَا. فاللَّه أوحى إلى كل دابَّة وذِي رُوح في التماس منافعها واجتناب مضارهَا، فذكر من ذلك أمر النحل.

ترجمہ زبان و لغت میں وحی کے معنی دو پہلو رکھتے ہیں، جو دونوں ابلاغ اور تفہیم کے معنی کی طرف لوٹتے ہیں۔ وحی کی اقسام میں سے اللہ کا وحی اپنے نبیوں پر کرنا جسے فرشتوں نے اللہ کے کلام کے طور سنا ہے، اور اسی معنی میں الہام بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَأَخْرَجَتِ الأَرْضُ أَثْقَالَهَا) إلى (بأن رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا) "(اور جب زمین اپنے بوجھوں کو نکالے گی) (کہ تمہارے رب نے اس پر وحی کی ہو گی)، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس پر الہام کیا ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار اور ذی روح مخلوق پر اس کے فائدے اور اس کے نقصانات سے بچنے کے لیے وحی کی ہے اور اسی میں سے شہد کی مکھیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

راقم کہتا ہے موجودہ دور کے الفاظ میں الوحی ایک طریقہ کار و پروسیجر ہے جس میں میسج کو پہنچایا جاتا ہے - کبھی انسان کسی دوسرے کو اشارے کرے تو یہ الوحی ہے۔ کبھی شہد کی مکھی کو کوئی مسیج ملے تو یہ الوحی ہے۔ کبھی جادو گر شیطان کو کوئی اشارہ کریں تو الوحی ہے کبھی شیطان کاہن کے دماغ میں کچھ ڈالے تو یہ الوحی ہے۔ اس طرح تحریر و کتاب ، اشارہ ، الہام سب الوحی ہیں اور یہ عربی لغت و ادب و مفسرین کے اقوال سے ثابت ہوا ہے۔ قرآن اور دیگر کتب انبیاء بھی الوحی کے پروسیجر سے ملی ہیں اور یہ اللہ تعالی کا کلام ہے -

قرآن سورہ الشوری میں کسی منتخب نبی سے کلام کرنے کے تین طریقے مذکور ہیں:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (51)

اور کسی انسان کا حق نہیں کہ اس سے اللہ کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی

فرشتہ بھیج دے کہ وہ اس کے حکم سے القا کرے جو چاھے، بے شک وہ بڑاعالیشان حکمت والا ھے۔

یہاں تین طریقے مذکور ہیں

اللہ پردے کے پیچھے سے کلام کرے

اللہ تعالی الوحی سے پیغام نازل کرے

اللہ تعالی فرشتہ بھیجے

قرآن ہمارے لئے حجت و دلیل ہے- سورہ طہ میں ہے کہ موسی نے وادی طوی میں آواز سنی اور اللہ تعالی سے موسی کا کلام ہوا ہی تھا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى

میں نے موسی تم کو چن لیا ہے پس اب سننا جو الوحی کیا جائے

یعنی کلام اور الوحی الگ الگ ہیں- کلام کا مطلب گفتگو ہے اور الوحی اللہ کے امر و حکم میں سے ہے

اللہ تعالی نے موسی سے پہلے کلام کیا اور پھر کہا کہ الوحی کی جائے گی لیکن ایک جہمی نے راقم سے ویب پر سوال کے جواب میں اللہ کے کلام کو مخلوق کہہ دیا

عرض ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخت کے پاس جو آواز سنی وہ وحی ہے اور وحی مخلوق ہے۔

راقم کہتا ہے کہ اللہ نے تو موسی سے کلام کو فضیلت کے طور پر ذکر کیا ہے- سورہ النساء میں

ہے

وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (164)

اور اللہ نے موسی سے کلام کیا جیسے گفتگو ہو

سورة النحل ۲ میں الروح کا ذکر ہے کہ یہ الوحی ہے

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ

وہ اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو الروح (یا امر) دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورة غافر ۱۵ میں الروح کا ذکر ہے کہ یہ الوحی ہے

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ

وہ اونچے درجوں والا عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے الروح اپنے حکم سے ڈالتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔

جب اللہ الوحی کرتا ہے تو حدیث میں ہے کہ اونٹنی تک بیٹھ جاتی ہے اور اس دوران اٹھ تک نہیں پاتی۔ الوحی کا نزول ہی مومنوں کے لئے ایک نشانی تھا کہ اس کا نزول کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جہمیوں کے عقائد الوحی کے حوالے سے درست سمت میں نہیں

آیت، نشانی، معجزہ، دلیل نبوت

سورہ البقرہ میں ہے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (١٦٤)

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن و رات کے بدلنے میں اور کشتی میں جو سمندر میں تیر رهی هے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے هیں ، اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے گرایا جس سے زمین مرنے کے بعد جی اٹھی، اور چلنے والے جانداروں کے زمین میں پھیل جانے پر ، اور هواؤں کی گردش میں اور آسمان و زمین کے درمیان بادلوں کے حکم الهی کے تابع هونے میں، عقلمندوں کے لئے آیات (نشانیاں) هیں {164}

قرآن اللہ تعالی نے قریش کی عربی میں نازل کیا ہے یعنی جو مشرکین عرب کو بھی سمجھ آئے — یہاں عربی کا لفظ آیت استعمال ہوا ہے - لفظ آیت کے قرآن میں کئی مطلب ہیں - یہ معمول کی بات ، علامت ، نشان ، دلیل نبوت ، معجزہ یا امر خرق عادت وغیرہ سب کے لئے

استعمال ہوا ہے

یہ علامت کے لئے آتا ہے-

قولہ تعالی: }وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ{ البقرة: 248.

ان کے نبی نے کہا کہ اس کی مملکت کی علامت یہ ہے کہ اس میں تابوت تم کو واپس ملے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکون ہے

یہ عبرت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے-

والآية كذلك العبرة، كما قال تعالى: }لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ (7){ يوسف: 7، إي إمور وعبر مختلفة.

یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں سائل کے لئے نشان (عبرت) ہے

اسی طرح فرعون کا مردہ بدن بعد والوں کے لئے آیت (نشان عبرت) بنا دیا گیا- اللہ نے کہا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً سوره يونس

یہ معجزہ کے لئے بھی ہے-

وتطلق الآية على المعجزة، قال تعالى: }وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (50){ المؤمنون: 50.

اور ہم نے ابن مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنا دیا

یعنی مریم بن شوہر کے ماں بن گئیں اور عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہو گئے —یہ اہل کتاب مومنوں کے لئے حیرت کی وجہ تھی کہ یہ ناممکن کام کیسے ہوا- آیت کا لفظ زمینی عجائب کے لئے بھی ہے

وآيات الله أي: عجائبه: وهي الآيات الكونية والدلائل، المقصودة

في قوله تعالى: {وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (4)} الجاثية: 4، وقوله سبحانه: {سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ} فصلت: 53.

اور عربی میں یہ جماعت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ویراد بہا الجماعۃ: یقال: خرج القوم بآيتهم أي: بجماعاتهم

آیت مطلب نشان ،علامات ، عجائب ہیں –آیت کا مطلب جملہ بھی ہے جیسا قرآن جملوں کو آیات کہا جاتا ہے-

متاخرین نے اس کا ایک نام معجزہ بھی کر دیا ہے اور اردو میں یہ اکثر استعمال ہوتا ہے- یہاں اللہ تعالی نے ان قدرتی عوامل کا ذکر کیا ہے جو انسان کے مشاہدے میں ہیں –دن نکلنا ، سورج چڑھنا، زمین کا اگانا ، ہواؤں کا رخ بدلنا یہ تمام اللہ تعالی نے آیات قرار دی ہیں یعنی ایک سلیم الفطرت انسان جب ان تمام عوامل پر غور کرتا ہے تو وہ یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالی کے کام ہیں- اللہ تعالی نے فرمایا

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، وَاخْتِلاَفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (الرّوم -22)

اور اس کی نشانییوں آیات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف

معلوم ہوا کہ ہر فرد ہر انسان اللہ کی آیت و نشانی ہے کہ وہ الگ الگ رنگ کے ہیں الگ الگ زبان بولتے ہیں –یہ زبان و رنگ بدلنا صرف قدرت الہی کا کرشمہ ہے- اس مقام پر لفظ آیَاتِہِ استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب یہاں معجزہ نہیں ہے بلکہ علامت توحید مراد ہے–

***

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الرّوم - 23)

اور اس کی آیات میں سے تمہارا سونا دن و رات میں

یہاں ہر روز انسان جو سوتا ہے اس کو نشانی یا آیت کہا گیا ہے- یہ عموم ہے

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الشوری - 32)

اور اس کی نشانییوں میں سے ہے سمندر میں کشتی جیسے ہو عظیم پہاڑ

یہاں انسان کی خود ساختہ تخلیق کردہ کشتی کو آیت کہا گیا ہے یعنی یہ علم من جانب اللہ آیا ہے

حدیث میں ہے: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ

سورج اور چاند کا گرہن اللہ کی آیات میں سے ایک ہے

حدیث میں ہے: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

منافق کی تین آیات (نشانیاں) ہیں بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلافی کرے اور امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے

حدیث میں ہے: آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ

ایمان کی آیت انصار سے محبت کرنا ہے اور منافق کی آیت انصار سے بغض کرنا ہے

***

وہ آیات جو صرف انبیاء کو ملتی ہیں ان کو معجزات کہا جاتا ہے اور ان کا شمار خصوص میں کیا جاتا ہے - امر خَرق العادۃ کا لفظ تفاسیر میں چھٹی صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتا اور معجزہ کا لفظ تفاسیر میں چوتھی صدی ہجری سے قبل نہیں ملتا - امر خرق عادت یا معجزہ کے الفاظ متکلمین نے ایجاد کیے ہیں تاکہ عام آیت یعنی نشانی کو انبیاء کے حسی معجزات سے الگ کر کے عوام کو سمجھایا جا سکے - ساری مخلوقات اور اللہ کا بنایا ہوا سارا نظام، سارا سسٹم اللہ کی خالقیت، الوہیت، ربوبیت اور قدرت کی نشانیاں ہیں۔ یہ اصطلاحاً آیات کونیہ ہیں۔ معجزات بھی اللہ کی قدرت، الوہیت و ربوبیت کی نشانیاں ہیں اس لیے قرآن میں ان کو آیات ہی کہا گیا ہے۔ مگر ہر آیت اصطلاحی معجزہ نہیں۔ معجزہ کی اصطلاحی تعریف وہ کام وہ معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کسی نبی کی نبوت کی تائید میں خرق عادت یعنی معمول کے خلاف ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات معجزہ کی بجائے امر خارق للعادۃ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ نشانیاں جو خرق عادت اللہ کی طرف سے ظاہر ہوئیں وہ معجزات ہیں۔ چنانچہ ہر معجزہ نشانی تو ہے مگر قرآن و حدیث میں وارد لفظ آیت کا ترجمہ ہمیشہ معجزہ نہیں ہے - شرح مشکل آثار میں امام طحاوی کہتے ہیں

فَكَانَتْ آيَةً مُعْجِزَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا

آیت، مُعْجِزَةً ہے جب اس میں وہ ہو جو نہ پہلے کبھی دیکھا گیا ہو نہ بعد میں

راغب اصفہانی تفسیر میں لکھتے ہیں

المعجزات التي أتى بها الأنبياء - عليهم السلام - ضربان: حسي وعقلي: فالحسي: ما يدرك بالبصر، كناقة صالح، و طوفان نوح، ونار إبراهيم وعصى موسى - عليهم السلام - والعقلي: ما يدرك بالبصيرة، كالإخبار عن الغيب تعريضاً وتصريحاً، والإتيان بحقائق العلوم التي

حصلت عن غير تعلم

معجزات جو انبیاء علیہم السلام لے کر آتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں : حسی اور عقلی : حسی وہ ہیں وہ ہیں جن کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے ، جیسے صالح کی اونٹنی ، طوفان نوح ، ابراہیم کی آگ ، موسی کا عصا۔ علیہم السلام۔ اور عقلی وہ ہیں جن کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے ، جیسے غیب کی خبریں وضاحت و صراحت کے ساتھ۔ اور حقائق کے علوم جو بغیر سیکھے حاصل ہوں

مزید کہتے ہیں

وأكثر معجزات هذه الأمة عقلياً

اور اس کے امت کے لئے اکثر معجزات عقلی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کفار پر مٹی پھینکی اور وہ بکھر گیا بھاگ گیا۔اللہ تعالی نے تبصرہ میں فرمایا

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى

وہ مٹی تم نے نہیں پھینکی ، جب پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھی

رسول اللہ صلی اللہ کا یہ معجزہ تھا کہ مسلمانوں نے دیکھا کہ انہوں نے مٹی پھینکی اور کافر بھاگ گئے لیکن اللہ نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کیا۔اس طرح ہم کو تعلیم دی گئی کہ معجزات انبیاء اصل میں سب اللہ کے حکم سے ہو رہے ہیں بظاہر تو لگ رہا ہے موسی نے عصا مارا لیکن اصل میں موسی کا اس میں کوئی کمال نہیں اللہ کی جانب سے سمندر کو حکم ملا اور وہ پھٹ گیا

یہ تو بنیادی بحث ہے جو کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہو کوئی اور نہیں کوئی حکم صرف اللہ ہی کر سکتا ہو کوئی اور نہیں تو وہ غیر اللہ کی صفت نہیں ہے۔ بحث اس پر ہے کہ معجزہ میں کیا ہوا ؟ تو ظاہر ہے معجزہ اللہ کے امر و حکم سے ہوا۔ اس کے نتیجے میں اگر کچھ نیا خلق ہوا تو وہ مخلوق ہے مثلا موسی کا عصا سانپ بن گیا تو سانپ مخلوق ہے۔ لیکن سانپ معجزہ نہیں ہے۔لاٹھی کا سانپ میں کے

وجود میں بدلنا معجزہ ہے- یہی اللہ کی نشانی ہے کہ اس نے حکم دیا اور لکڑی ایک زندہ شی میں بدل گئی اینڈ پروڈکٹ سانپ ہے لیکن ہم اینڈ پروڈکٹ کو نہیں دیکھ رہے ہم تو اس کمال کو معجزہ کہتے ہیں یا process معجزہ کہتے ہیں

انبیاء کی نبوت کی نشانیوں (دلائل النبوہ) میں سے غیب کی خبر بھی ہے یعنی انہوں نے کہا ایسا ہو رہا ہے اور تحقیق پر معلوم ہوا کہ ایسا ہی تھا جیسا انہوں نے کہا تو یہ نشانی ہے- اردو میں اس کو بعض اوقات معجزہ لکھ دیا جاتا ہے لیکن ہم کو اس کو اصطلاحی معجزے سے الگ کر کے سمجھنا ہو گا-

انبیاء کو خبریں الوحی سے ملتی ہیں چاہے متلو ہو یا غیر متلو اور اس کی لاتعداد امثال ہیں کہ خبر من جانب اللہ دی گئی لیکن وہ عادت جاری کے تحت اسباب کے اندر پوری ہوئی- اس کا خرق عادت ہونا ''ضروری `` نہیں ہے- حاطب رضی اللہ عنہ والا واقعہ موجود ہے– خبر غیب سے ملی کہ عورت خط لے کر مدینہ سے نکل گئی ہے اور وہ عورت پکڑی گئی- عورت کا وجود معجزاتی نہیں تھا نہ خط بذات خود معجزہ تھا- معجزہ تھا تو صرف اس خبر کا ملنا اور خط کا برآمد ہونا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنگ یرموک میں ایک کے بعد ایک سپہ سالار شہید ہو رہے ہیں- خبر کا ملنا معجزہ ہے لیکن جنگ میں شہید ہونا معجزہ نہیں ہے- اسی طرح بئر معونۃ کا واقعہ ہے کفار نے گھیر کر اصحاب رسول کو دھوکہ سے قتل کیا– خبر مدینہ میں غیب سے ملی- سوال ہے کفار نے معجزہ کیا جو قتل کیا؟ معجزہ یہ ہوا کہ قتل کی خبر رسول اللہ کو مل گئی- اصحاب رسول کا قتل خرق عادت نہیں ہوا عادت جاری کے تحت ہوا کہ تلوار کی ضرب سے خون نکلا– بلڈ پریشر کم ہوا اور جام شہادت نوش کیا

بعض لوگوں نے معجزات کو انبیاء کو قوتوں کی طرح بیان کیا اور سمجھا اور اس میں گمراہی کا شکار ہوئے مثلا نصاری نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات کرتے دیکھا تو اس کو عیسیٰ کی قوت سمجھا- قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی آیات کا ذکر سورہ ال عمران آیت ۴۹ میں ہے

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (49)

اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا (اور وہ کہے گا) بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آیات لے کر آیا ہوں، میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا پرندہ ہو جاتا ہے، اور (مادرزاد پیدائشی) اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو کھا کر آؤ اور جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ، (بے شک) اس میں تمہارے لیے آیات ہیں اگر تم مومن ہو۔

یہ الفاظ عیسیٰ کا کلام ہیں یہود سے - مدعا یہی ہے کہ جو بھی معجزات ہیں وہ اللہ کے اذن سے ہوئے - مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف اللہ کے وجود کو تو تسلیم کر رہے ہوتے ہیں لیکن مخالفین ان (انبیاء) کو اللہ کا پیغمبر تسلیم نہیں کرتے- کسی بھی نبی کو معجزہ ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو قوت دی گئی ہے بلکہ ہمیشہ اذن اللہ کا ذکر ہوتا ہے- شروع کے بعض نصرانی اس کو قوت ہی سمجھتے تھے ان کے نزدیک عیسیٰ انسان تھا لیکن اللہ نے اس کو adopt کر لیا—اس طرح اللہ نے اپنے متبنی بیٹے کو یہ قوتیں عطا کر دیں سورہ ال عمران میں اس کا رد کیا گیا کہ عیسیٰ کا یہ سب کرنا اللہ کے اذن سے ہوا- مردے کو صرف اللہ ہی زندہ کر سکتا ہے لیکن اللہ کے حکم سے عیسیٰ نے بھی کیا لہذا نصرانی کہتے ہیں کہ چونکہ ایسا رب تعالی ہی کر سکتا ہے اس بنا پر وہ اس کو عیسیٰ کی الوہیت کی نشانی قرار دیتے ہیں - قرآن میں اس کا رد کیا گیا اور عیسیٰ کا کلام نقل کیا گیا کہ میں نے یہ سب اللہ کے اذن سے کیا ہے-

اسی طرح قرآن سورہ الانبیاء آیت 81 میں سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے الفاظ ہیں

ولسليمن الريح عاصفة تجري بامرہ...اور سلیمان کے لئے ہوا چلتی ان کے حکم سے

اس آیت میں سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بتایا جا رہا ہے - فعل کی نسبت سلیمان کی طرف ہے کیونکہ ان کے حکم پر ہوا چلتی - یہ نہایت اہم بات ہے کہ اللہ تعالی ہی ہوا کو چلاتا ہے اس کی گردش کو اپنی نشانی کہتا ہے اور جب وہ اسی طرح کی آیت نبی و رسول کے ذریعے عوام الناس کو دکھاتا ہے تو مقصد یہی ہے کہ عوام الناس اس کو اللہ کا کرشمہ سمجھے نہ کہ اس گردش ہوا کو قوت النبی سمجھ بیٹھیں - یہ گمراہی ہو گی اگر ہوا کی گردش کنٹرول کرنے کو سلیمان کا عمل سمجھا جائے - اللہ تعالی نے کہا کہ حکم سلیمان پر ہوا چلتی یعنی وقتی طور پر یروشلم کے آس پاس کی ہوا ان کے حکم کی پابند کر دی گئی نہ کہ تمام عالم کی ہوا - یہاں ظاہر ہے سلیمان علیہ السلام کی نگاہ کی حدود میں جو تھا اسی حد تک کی ہوا ان کے حکم کی تابع ہوئی ہو گی - خیال رہے کہ صفات الٰہیہ ، انبیاء کو نہیں دی جاتیں —اللہ اپنے اذن پر انبیا کو مطلع کرتا ہے کہ وہ اس کا نام لے کر فلاں فلاں کام کریں گے تو اللہ اس چیز کو پورا کر دے گا—اللہ اپنے نبیوں کی اس طرح مدد کرتا ہے—اس عمل کو اردو میں انبیاء کو معجزہ دینا کہا جاتا ہے -جدید جھمیوں نے البتہ عقیدہ اختیار کر لیا ہے

اگر اللہ اپنے اذن و مشیت سے اپنی کوئی
صفت نبی کو عطا کردے تو یہ شرک نہیں بلکہ
توحید کہلائے گا کیونکہ اللہ باختیار ہے جو
چاہے کرے اسے کوئی پابند کرنے والا نہیں اس
پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں وہ کسی کے
سامنے جوابدہ نہیں

یہ عقیدہ ظاہر ہے قرآن و حدیث میں نہیں ہے کہ اللہ تعالی اپنی صفات انبیاء کو منتقل کر دیتا ہے -در حقیقت یہ جھمی عقائد رکھنے والے بریلوی فرقے سے مستعار لیا گیا عقیدہ ہے اور اس میں بھی کوئی اچھبے کی بات نہیں کہ یہ تمام جدید جھمی عمر اولی میں بریلوی فرقے سے تعلق

رکھتے تھے لہٰذا ان کے گھٹنے پیٹ کی طرف مڑ رہے ہیں
افسوس ان لوگوں کی پریشان خیالی ان کو مزید قعر مضلت میں دھکیل رہی ہے حتی کہ انہوں نے سامری فراڈ کے بت سازی کے عمل کو بھی معجزہ من اللہ تعالی قرار دے دیا ہے- اس کو من جانب اللہ آئی ایک آیت و نشانی قرار دے رہے ہیں ملاحظہ کریں

> قرآن و حدیث میں مذکور
> ان سب نشانیوں کا کفر کرنا پڑے گا جن کا
> مظہر کافر بنے اور جو مومنوں کی آزمائش
> کے لئے ظاہر ہوچکی یا آئندہ ظاہر ہوں گی
> جیسے سامری کا سونے سے بچھڑہ بنانے کا
> واقعہ جس کا ذکر سورة الاعراف آیت 148
> میں ہے

ڈیڑھ ہزار سال میں پہلی بار کسی سے سننے کو مل رہا ہے کہ سامری کا عمل اللہ تعالی کی نشانی ہے- یہ جہل صریح ہے- متکلمین نے کسی نے بھی اس فراڈ کو من جانب اللہ آیت قرار نہیں دیا ہے-

قرن دوم میں مسئلہ خلق القرآن کا آغاز

یہ قرآن من جانب اللہ آیا ہے اور سابقہ الہامی کتب اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ ان کتب میں لوگوں نے تبدیلی کی لیکن قرآن کی اللہ تعالی نے حفاظت کی ہے - اس سادہ بات کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے جہمیوں نے جو جہم بن صفوان کے مذھب پر تھے اور اپنے رب کو انرجی کی طرح تمام کائنات میں سرایت کیا ہوا سمجھتے تھے انہوں نے یہ گمراہی پھیلائی کہ اللہ تعالی نہ سنتا ہے ، نہ دیکھتا ہے نہ چھوتا ہے - بعض محدثین نے ان کا نام المعطلہ بھی رکھا کہ انہوں نے اللہ تعالی کی صفات کو معطل کر دیا ہے-

اسی دور میں حسن بصری کے ہم عصر بعض محدثین نے بعض روایات کا رد کیا جن کو اہل سنت میں متواتر سمجھا جاتا تھا اور اپنی الگ مجلس بنالی - ان کو اعتزال کرنے والے کہا گیا یعنی چھوڑ کر الگ ہو جانے والے - خیال رہے کہ معتزلہ نے حدیث کی روایت کرنا نہیں چھوڑی تھی وہ بس بعض احادیث کو نہیں مان رہے - امام ابن معین کے دور تک معتزلہ حدیث کی روایت لوگوں میں بیان کرتے رہے تھے اور امام ابن معین اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے تھے کہ ان سے روایت مت لو کیونکہ یہ اپنے بدعتی مذھب کی طرف بلاتے ہیں -

عباسی دور خلافت میں بعض معتزلہ نے ارتقاء کیا اور انہوں نے حدیث چھوڑ صرف قرآن و فلسفہ یونان سے دلیل لینا شروع کر دیا - اپنے جدید انداز کی بنا پر عوام میں یہ مشہور ہو گئے -

سن ۲۱۸ ہجری میں المامون عباسی خلیفہ ہوا اس کا میلان انہی معتزلہ جیسا ہوا - عباسی دور کے ان نئے معتزلہ نے دربار مامون میں اثر ورسوخ بھی پا لیا - اب ایک نئے مسئلہ نے جنم لیا- وہ تھا خلق القرآن کا مسئلہ کہ آیا قرآن مخلوق ہے یا نہیں ؟ فلسفہ کی شق ہے کہ چیزیں اپنی صفات سے جانی جاتی ہیں اور ان لوگوں نے موقف اپنایا کہ قرآن بھی خلق یا محدث (نیا کام) ہے اور اللہ تعالی کلام نہیں کرتا-

مشہور محدثین سے عوام نے اس مسئلہ کی بابت سوالات کیے - محدثین کے پاس قرآن تھا یا روایات تھیں جس سے جواب دیتے لہذا انہوں نے فلسفہ کی اصطلاحات کو قرآن و حدیث میں ڈھونڈا- بعض کو آیات میں شی کا لفظ ملا ، بعض کو روایات میں صفت کا لفظ ملا ، بعض نے قرآن میں وارد لفظ محدث سے دلیل لی اور جو موقف بنا وہ یہ تھا کہ آسمان سے آیا اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہے-دلیل یہ تھی کہ اس قرآن کی عربی الفاظ کی ترتیب خاص ہے اور انسانی کلام جیسا نہیں ہے یہی قرآن کا چیلنج بھی ہے کہ اس کی جیسی کوئی ایک سورت نہیں بنا سکتا یعنی عرب بھی جن کی مادری زبان عربی ہے وہ قرآن کی جیسی ایک سورت نہیں بنا سکتے - لہذا کیسے اس کلام کو خلق کہہ دیا جائے کیونکہ نہ اللہ نے اس کو مخلوق کہا ہے نہ اس کو نیا یا محدث قرار دیا ہے

واضح رہے کہ اللہ تعالی الہ ہے اور الہ کی تمام صفات ابدی ہوتی ہیں - اور جب اللہ نے اس کائنات کو بنایا تو کن کہا یعنی ایک کلمہ بولا- جب اللہ نے قرآن کو کلام کہہ دیا تو یہ اس کی ابدی صفت کی طرح ہے اس قرآن کے ملفوظ الفاظ (یعنی الفاظ کی خاص تریبب) من جانب اللہ آیات ہیں - اس طرح یہ قرآن ایک الوہی معجزہ ہے

دورجدید کے ایک جھمی نے راقم سے ویب سائٹ پر سوال کیا

جناب محترم السلام علیکم :

آپ کے ارشاد کے مطابق قرآن غیر مخلوق ھے،

جبکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن ہی میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں بنایا ھے۔

آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں :

Surat No 43 : سورة الزخرف – Ayat No 3

﴿اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۳﴾

ہم نے اسکو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو ۔

راقم کہتا ہے کہ قرآن کی سورہ الزخرف آیت 3 میں ہے

اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (3)

ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن کر دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

عربی میں جعل کے کئی مفہوم ہیں - اس کا مطلب بنانا ، کر دینا دونوں ہیں - اگر اللہ کلام کرے اور اس کے ہر جملہ یا حکم کو ہم مخلوق سمجھتے رہیں تو اس کلام کا آسمان سے آنا ضروری نہیں ہے - اللہ اپنے کلام کو زمین میں ہی خلق کر دیتا - اللہ تعالی نے قران کو کلام اللہ کا نازل ہونا کہا ہے اور اس نزول کو الوحی اور فرشتوں کے ذریعہ سے اس نے رسول اللہ تک پہنچایا ہے

قرن اول کے جہمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کتاب نقض الإمام أبي سعيد عثمان بن سعيد على المريسي الجهمي العنيد فيما افترى على الله عز وجل من التوحيد میں ابو سعید عثمان الدارمی السجستانی (المتوفى : 280هـ) لکھتے ہیں کہ جھمیہ کے امام بشر بن غیاث المریسی الجہمی (218 ھ) نے دعوی کیا کہ

زَعَمَ المريسي أَنه مجعول، وكل مَجْعُولٍ مَخْلُوقٌ

بشر المریسی الجہمی نے دعوی کیا کہ قرآن بنایا ہوا ہے اور ہر وہ چیز جو بنائی گئی ہو وہ مخلوق ہوتی ہے

اسی طرح کا دعوی جھم بن صفوان کا تھا

قَالَ جَهْمٌ وَالْمَرِيسِيُّ أَنَّهُ مَخْلُوقٌ

جھم بن صفوان اور المریسی نے کہا قرآن مخلوق ہے

راقم کہتا ہے قرآن الخالق کا کلام ہے اور الخالق کی صفت کلام ، ابدی ہے

امام احمد نے کتاب الرد علی الجہمیۃ والزنادقۃ میں اس پر لکھا کہ جعل کا مطلب ہمیشہ خلق کرنا نہیں ہے[1] مثلا

قال لأم موسى: {إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ} [القصص: 7] .

لا يعني: وخالقوه من المرسلين؛ لأن الله وعد أم موسى أن يرده إليها، ثم يجعله بعد ذلك رسولاً

اللہ تعالی نے ام موسی سے کہا ہم اس کو واپس لوٹائیں گے اور اس کو رسولوں میں کریں گے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو رسولوں میں خلق کریں گے بلکہ مطلب ہے کہ ام موسی کے پاس واپس لائیں گے اور پھر موسی کو بعد میں رسول کریں گے

امام احمد نے مزید دلیل دی

وقال: {فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا} [الأعراف: 143]لا يعني: وخلقه دكًا .

پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا یعنی یہ نہیں کہ اس ریزہ ریزہ

[1] القاضي أبو يعلى، وأبو الوفاء بن عقيل، والامام البيهقي، وابن تيمية، وتلميذه ابن القيم، وغيره نے اسکو امام احمد کی کتاب مانا ہے

شعیب الارنوط کی رائے میں بھی یہ امام احمد کی ہی کتاب ہے

کو خلق نہیں کیا

امام احمد نے جہمیوں کا رد کرتے مزید کہا

فهذا وما كان على مثاله لا يكون على معنى: خلق، فإذا قال الله: جعل، على معنى خلق، وقال: جعل، على غير معنى خلق، فبأي حجة قال الجهمي: جعل على معنى خلق؟

یہ اور اس سے ملتی جلتی چیز "تخلیق" (خلق) کے معنی نہیں رکھتی۔ پس جب اللہ تعالیٰ خلق کے معنی کے ساتھ جعل، "پیدا" کہتا ہے اور "تخلیق" (خلق) کے علاوہ کسی اور معنی کے ساتھ کہتا ہے، تو الجهمي نے کس بنیاد پر "جعل" کا مطلب "خلق" کہا ہے؟

یعنی محدثین نے اس کو رد کیا کہ جعل کا مطلب صرف خلق کرنا ہے- یہاں اہم نکتہ مختلف سیاق و سباق میں ایک ہی لفظ کے معنی میں فرق کو سمجھنا ہے۔ عربی زبان، خاص طور پر قرآن میں اور حدیث میں سیاق و سباق میں، اکثر ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن میں مطلوبہ مدعا پر معنی کی متعدد پرتیں ہوتی ہیں۔ معنوں میں فرق کی بحث اس وقت پیدا ہوتی ہے جب تشریحات یا دعوے کیے جاتے ہیں جو ان باریکیوں کو سمجھ نہیں پاتے ہیں اور سیاق و سباق پر غور کیے بغیر لفظ کا محض ایک ہی مطلب لے لیتے ہیں

الغرض محدثین کا عقیدہ ہرگز جہمیوں جیسا نہیں تھا اور رہے امام بخاری تو وہ تو سب سے بڑھ کر ان کے مخالف تھے اور انہوں نے کبھی بھی جہمی عقیدہ خلق قرآن پر قبول نہیں کیا- اگر ایسا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ صحیح البخاری کو کوئی قبول کرتا بلکہ اس کو ایک جہمی کی تالیف کہہ کر رد کیا جا چکا ہوتا-

امام بخاری کا مسئلہ خلق القرآن پر موقف

خلق أفعال العباد

والرد على

الجهمية وأصحاب التعطيل

للإمام

محمد بن إسماعيل البخاري

١٩٤ - ٢٥٦ هـ

کتاب خلق الافعال العباد میں امام بخاری نے متعدد بار کہا ہے قرآن غیر مخلوق ہے۔

١٣٣ ـ قال أبو عبد الله: حَرَكَاتُهم، وأصْواتُهم، واكتسابُهم وكتابتُهم مخلوقة، فأمّا القرآنُ المتْلُوّ المُبِيْن المُثْبَت في المصاحف، المَسْطور المَكْتوب المُوْعَى في القلوب، فهو كلامُ الله ليس بَخلْق، قال الله تعالى: ﴿ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ﴾ [العنكبوت: ٤٩].

امام ابو عبداللہ البخاری نے کہا: قرآن کی حرکات، اس کی آواز قرات اور اس کو حاصل کرنا اور اس کو لکھنا یہ مخلوق ہے- پس جہاں تک قرآن متلو مبین جو مصحف میں ہے لکھا ہوا اور مکتوب ہے اور دلوں میں ہے وہ کلام اللہ ہے خلق شدہ نہیں ہے- اللہ تعالی نے کہا: بلکہ یہ آیات واضح ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جن کو علم دیا گیا ہے

اپنی کتاب خلق افعال بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ يَسْتَعِيذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ لَا بِكَلَامِ غَيْرِهِ میں امام بخاری نے اپنے استاذ نعیم کا حوالہ دیا اور لکھا

قَالَ نُعَيْمٌ: «لَا يُسْتَعَاذُ بِالْمَخْلُوقِ، وَلَا بِكَلَامِ الْعِبَادِ وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَالْمَلَائِكَةِ وَفِي هَذَا دَلِيلٌ أَنَّ كَلَامَ اللَّهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَأَنَّ سِوَاهُ مَخْلُوقٌ»

باب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے کلمات سے پناہ مانگی ہے نہ کہ کسی اور کلام سے

اور نعیم نے کہا مخلوق پر نہیں ہے کہ بندوں یا جنات یا انس یا فرشتوں کے کلام سے پناہ طلب کرے اور یہ دلیل ہے کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور اس کے سوا مخلوق ہے

اسی طرح امام بخاری نے مزید لکھا

٤٧٧ ـ وأنّ الله عزّ وجلّ ينادي بصوت يسمعه مَنْ بَعُدَ كما يسمعه مَنْ قَرُب، فليس هذا لغير الله جلّ ذكره[١].

٤٧٨ ـ [قال أبو عبد الله][٢]: وفي هذا دليلٌ أنّ صوت الله لا يشبه صوت[٣] الخلق، لأنّ [صوت][٤] الله[٥] يسمع من بعد كما يسمع من قرب، وأنّ الملائكة يصعقون من صوته، فإذا تنادى الملائكة لم يصعقوا[٦].

اور بے شک اللہ تعالی پکارتا ہے آواز سے جس کو دور والا بھی سنتا ہے جیسا قریب والا سنتا ہے اور کسی غیر اللہ کے کلام میں ایسا نہیں ہے - امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا : اور یہ دلیل ہے کہ اللہ کی آواز مخلوق جیسی نہیں اور فرشتے اس کی اوز سے غش کھا کر گر جاتے ہیں مخلوق کی آواز ایسی نہیں

٥٧٦ ـ [قال أبو عبد الله :][٤]

وإنْ[٥] ادّعيت أنّك تُسمِع النّاس كلام الله كما أسمع الله [كلامه][٦] موسى[٧]، قال له : ﴿إِنِّيٓ أَنَا۠ رَبُّكَ﴾ [طه: ١٢] فهذا دعوى الربوبية، إذْ[٨] لم تُمَيِّز بين قراءتك وبين كلام الله[٩].

امام بخاری نے کہا: اگر تیرا دعوی ہے کہ تو اللہ کا کلام لوگوں کو اس طرح سناتا ہے جیسا اللہ نے اپنا کلام موسی کو سنایا (اللہ تعالیٰ نے موسی سے کہا کہ بے شک میں تیرا رب ہوں) تو یہ رب ہونے کا دعوی ہے جبکہ تو فرق نہ کرے اپنی قرات اور اللہ کے کلام کے درمیان

امام بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں

سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ عُيَينة، قَالَ: أدركتُ مشيختنا، منذ سبعين سنة، منهم عَمرو بْنَ دينار، يقُولُون: القرآن كلام اللَّه، ولَيْسَ بمخلوقٍ. سَمِعَ مُعاوية بْنَ عَمّار، عَنْ جَعفر بْنَ مُحَمد، قَالَ: القرآن كلام اللهِ، لَيْسَ بمخلوقٍ

میں نے سفیان کو کہتے سنا کہ میں اپنے شیوخ سے ستر سال میں جن جن سے ملا جن میں عمرو بن دینار بھی ہیں سب کہتے تھے القرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے - معاویہ بن عمار کو سند انہوں نے جعفر سے روایت کیا کہا وہ کہتے اوران کلام اللہ مخلوق نہیں ہے

* * *

اب کسی کے نزدیک امام بخاری کے تمام جملے کفر ہیں تو اس کو امام بخاری پر فتوی دینا ہو گا کیونکہ الفاظ قرآن غیر مخلوق سے رجوع کے الفاظ امام بخاری سے منقول نہیں ہیں

راقم کہتا ہے کہ امام بخاری کا عقیدہ خلق قرآن کے حوالے سے درست منہج پر ہے اور اسی کو اہل سنت نے قبول کیا ہے- باقی اس کے مخالف اہل سنت میں نہ کوئی گروہ رہا ہے نہ عالم گزرا ہے لہذا یہ کہنا کہ قرآن کے منزل میں اللہ الفاظ اور الوحی جو جبریل لائے وہ مخلوق کا کلام ہے جھمیہ و معتزلہ کا مذھب ہے

امام إبي موسى الاشعری (المتوفى: 324هـ) کتاب الإبانة عن أصول الديانة میں کہتے ہیں

ومن قال: إن القرآن غير مخلوق، وإن من قال بخلقه كافر من العلماء، وحملة الآثار، ونقلة الأخبار، وهم لا يحصون كثرة، ومنهم: حماد، والثوري وعبد العزيز بن أبي سلمة، ومالك بن أنس رضي الله عنه، والشافعي رضي الله عنه وأصحابه، وأبو حنيفة، وأحمد بن حنبل، ومالك رضي الله عنهم، والليث بن سعد رضي الله عنه، وسفيان بن عيينة، وهشام، وعيسى بن يونس، وجعفر ابن غياث، وسعيد بن عامر، وعبد الرحمن بن مهدي، وأبو بكر بن عياش، ووكيع، وأبو عاصم النبيل، ويعلى بن عبيد، ومحمد بن يوسف، وبشر ابن الفضل، وعبد الله بن داود، وسلام بن أبي مطيع، وابن المبارك، وعلي بن عاصم، و احمد بن يونس، وأبو نعيم، وقبيصة بن عقبة، وسليمان بن داود، وأبو عبيد القاسم بن سلام، ويزيد بن هارون، وغيرهم

اور وہ جنہوں نے کہا قرآن غیر مخلوق ہے اور اس کو مخلوق کہنے والا کافر ہے ان میں علماء ہیں جو آثار بیان کرتے ہیں اور خبریں اور ان علماء کی تعداد بے شمار ہے اور ان میں ہیں حماد، والثوری و عبد

العزیز بن إبي سلمة، ومالک بن إنس رضی اللہ عنہ، والشافعی رضی اللہ عنہ وإصحابہ، وإبو حنیفة، وإحمد بن حنبل، ومالک رضی اللہ عنہم، واللیث بن سعد رضی اللہ عنہ، وسفیان بن عیینة، وہشام، وعیسی بن یونس، وجعفر ابن غیاث، وسعید بن عامر، وعبد الرحمٰن بن مہدی، وإبو بکر بن عیاش، ووکیع، وإبو عاصم النبیل، ویعلی بن عبید، ومحمد بن یوسف، وبشر ابن الفضل، وعبد اللہ بن داود، وسلام بن إبي مطیع، وابن المبارک، وعلی بن عاصم، وإحمد بن یونس، وإبو نعیم، وقبیصة بن عقبة، وسلیمان بن داود، وإبو عبید القاسم بن سلام، ویزید بن ہارون اور دیگر

نہ صرف یہ کہ امام بخاری کا مذہب قرآن کو غیر مخلوق کہنے کا ہے بلکہ یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی ہے - حنفی فقہ کی کتاب البحر الرائق شرح کنز الدقائق جس کا حوالہ ڈاکٹر عثمانی نے بھی دیا ہے جس کے مؤلف: زین الدین بن إبراہیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری (المتوفی: 970ھـ) وہ لکھتے ہیں

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَلَا مُحْدَثٍ قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے نہ بنایا گیا ہے

مسئلہ لفظی کی وضاحت

قرآن کے انسان نسخے بنا کر اپنے پاس رکھتے تھے - اس کو مصحف کہا جاتا ہے - ظاہر ہے جب پرنٹنگ پریس نہیں تھے تو ایسا ہی تھا - امام بخاری کے لئے الذھبی کتاب سیر الاعلام النبلاء میں علی بن حجر بن آیاس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا البُخَارِيُّ، فَكَانَ مِنْ كِبَارِ الأَئِمَّةِ الأَذْكِيَاءِ، فَقَالَ: مَا قُلْتُ: أَلْفَاظُنَا بِالقُرْآنِ مَخْلُوْقَةٌ، وَإِنَّمَا حَرَكَاتُهُم، وَأَصْوَاتُهُم وَأَفْعَالُهُم مَخْلُوْقَةٌ، وَالقُرْآنُ المَسْمُوْعُ المَتْلُوُّ المَلْفُوْظُ المَكْتُوْبُ فِي المَصَاحِفِ كَلاَمُ اللهِ، غَيْرُ مَخْلُوْقٍ

اور جہاں تک امام بخاری کا تعلق ہے تو وہ تو کبار ائمہ میں دانشمند تھے پس انہوں نے کہا میں نہیں کہتا ہے قرآن میں ہمارے الفاظ مخلوق ہیں بلکہ ان الفاظ کی حرکات اور آواز اور افعال مخلوق ہیں اور قرآن جو سنا جاتا پڑھا جاتا الفاظ والا لکھا ہوا ہے مصاحف میں وہ کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے

کتاب سیر الاعلام النبلاء میں هِشَامَ بنَ عَمَّارٍ کے ترجمہ میں الذھبی وہی بات کہتے ہیں جو امام بخاری کہتے

وَلاَ رَيْبَ أَنَّ تَلَفُّظَنَا بِالقُرْآنِ مِنْ كَسْبِنَا، وَالقُرْآنُ المَلْفُوْظُ المَتْلُوُّ كَلاَمُ اللهِ - تَعَالَى- غَيْرُ مَخْلُوْقٍ، وَالتِّلاَوَةُ وَالتَّلَفُّظُ وَالكِتَابَةُ وَالصَّوتُ بِهِ مِنْ أَفْعَالِنَا، وَهِيَ مَخْلُوْقَةٌ - وَاللهُ أَعْلَمُ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا ہمارا تلفظ ہمارا کسب (کام) ہے اور قرآن الفاظ والا پڑھا جانے والا کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے اور اس کی تلاوت اور تلفظ اور کتابت اور آواز ہمارے افعال ہیں اور یہ مخلوق ہیں واللہ اعلم

مسئلہ لفظی بالقرآن پر امام احمد کا موقف اور بخاری کا اختلاف

مسئلہ لفظ میں امام احمد کوئی رائے نہیں رکھتے تھے بلکہ اس مسئلہ میں رائے رکھنے کے سخت خلاف تھے –امام بخاری اس کے بر عکس رائے رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے ان کے نزدیک منہ سے تلاوت کے دوران ادا ہونے والے قرآن کے الفاظ اور اس کی آواز مخلوق تھے – امام احمد اس پر کوئی بھی رائے رکھنے والے کو جہمی کہتے تھے۔

الذھبی کے مطابق لفظی بالقرآن کا مسئلہ الکرابیسی نے پیش کیا الذھبی، الكَرَابِيْسِيُّ أَبُو عَلِيٍّ الحُسَيْنُ بنُ عَلِيّ بنِ يَزِيْدَ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَلاَ رَيْبَ أَنَّ مَا ابْتَدَعَهُ الكَرَابِيْسِيُّ، وَحَرَّرَهُ فِي مَسْأَلَةِ التَّلَفُّظِ، وَأَنَّهُ مَخْلُوْقٌ هُوَ حَقٌّ

اور اس میں شک نہیں کہ الکرابیسی نے جو بات شروع کی اور مسئلہ تلفظ کی تدوین کی کہ یہ مخلوق ہے یہ حق تھا

الذھبی سیر الاعلام النبلا میں احمد بن صالح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وَإِنْ قَالَ: لَفْظِي، وَقَصَدَ بِهِ تَلَفُّظِي وَصَوتِي وَفِعْلِي أَنَّهُ مَخْلُوْقٌ، فَهَذَا مُصِيبٌ، فَاللهُ -تَعَالَى- خَالِقُنَا وَخَالِقُ أَفْعَالِنَا وَأَدَوَاتِنَا، وَلَكِنَّ الكَفَّ عَنْ هَذَا هُوَ السُّنَّةُ، وَيَكْفِي المَرْءَ أَنْ يُؤمِنَ بِأَنَّ القُرْآنَ العَظِيْمَ كَلاَمُ اللهِ وَوَحْيُهُ وَتَنْزِيْلُهُ عَلَى قَلْبِ نَبِيِّهِ، وَأَنَّهُ غَيْرُ مَخْلُوْقٍ

اگر لفظی کہے اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ میرا تلفظ میری آواز میرا فعل تو بلاشبہ وہ مخلوق ہے۔ تو یہ بات ٹھیک ہے –پس کیونکہ اللہ تعالی ہمارا خالق ہے اور ہمارے افعال کا بھی اور لکھنے کے ادوات کا بھی لیکن اس سے باز رہنا بچنا ہی سنت ہے، بندے کے لیے یہی کافی ہے کہ ایمان لائے کہ قرآن عظیم کے کلام اللہ ہونے پر , اس کی الوحی پر اور قلب نبی پر نازل ہونے پر اور یہ بے شک غیر مخلوق ہے

کتاب تذکرہ الحفاظ میں ابن الأخرم الحافظ الإمام أبو جعفر محمد بن العباس بن أيوب الأصبهاني کے ترجمہ میں الذھبی لکھتے ہیں ابن آخرم کہا کرتے

من زعم أن لفظه بالقرآن مخلوق فهو كافر فالظاهر أنه أراد بلفظ الملفوظ وهو القرآن المجيد المتلو المقروء المكتوب المسموع المحفوظ في الصدور ولم يرد اللفظ الذي هو تلفظ القارئ؛ فإن التلفظ بالقرآن من كسب التالي والتلفظ والتلاوة والكتابة والحفظ أمور من صفات العبد وفعله وأفعال العباد مخلوقة

اور جس نے یہ زعم اور ایمان رکھا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں، تو وہ کافر ہو گیا۔ اس سے بظاہر ملفوظ الفاظ مراد ہیں اور یہ قرآن کریم کے وہ الفاظ ہیں جن کی تلاوت، قراءت کی جاتی ہے اور جن کو مصحف میں لکھا جاتا ہے اور جن کو سنا جاتا ہے اور وہ حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ لیکن وہ الفاظ مراد نہیں ہیں جو قاریؑ کے منہ سے نکلتے ہیں، کیونکہ قرآن کا منہ سے تلفظ کرنا، تلاوت کرنے والے انسان کا کسب و عمل ہے۔ تلفظ کرنا، تلاوت کرنا، اس کو لکھنا اور یاد کرنا یہ سب امور بندہ کی صفات اور اس کے فعل میں سے ہیں۔ بندہ کے سارے افعال مخلوق ہین

امام بخاری و امام الذھلی کا مناقشہ

امام الذھلی ، امام بخاری کے استاد تھے لیکن لفظی بالقرآن کے قائل نہ تھے۔ سن ۲۵۰ ہجری میں امام بخاری نے جب نیشاپور کا سفر کیا اور وہاں امام الذھلی سے ملنے پہنچے تو مجلس علمی میں امام بخاری سے سوالات ہوئے۔ واتقوااللہ کے مضامین میں اس سے قبل اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئ تھی

اس واقع سے قبل امام بخاری کے محمد بن یحیٰی الذھلی سے انتہائی خوشگوار تعلقات تھے اس واقعہ کے بعد ان کے درمیان رنجش پیدا ہوئی۔ وہ بھی ایسی کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد امام بخاری کبھی پلٹ کے دوبارہ وہاں نہ گئے۔ جاتے بھی تو کیسے الذھلی نے ظلما اس کے راستے مسدود کردئے تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے، امام بخاری سنہ ۲۵۰ھ میں جب آخری مرتبہ نیشاپور گئے تو اس وقت وہاں امام الذھلی کا طوطی بولتا تھا، امام بخاری کی آمد کی خبر امام الذھلی کو ملی تو وہ بھی ان کے استقبال کیلئے پہنچے، امام بخاری نے جب لوگوں کے اصرار پر وہاں مسند درس سجائی تو لوگوں کا سیلاب اُمنڈ آیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام محمد بن یحیٰی الذھلی کا حلقہ درس جہاں امام بخاری کے درس سے پہلے لوگوں کا اژدھام ہوتا تھا، بے رونق اور ویران ہوگیا۔ اس صورت حال نے انہیں کبیدہ خاطر کردیا۔ امام الذھلی نے پہلے ہی سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے لوگوں کو منع کردیا تھا کہ کوئی شخص امام بخاری سے کوئی ایسا متنازع کلامی مسئلہ نہ پوچھے کہ انکا جواب ہمارے خلاف ہو اور جس کی وجہ سے انکے اور ہمارے درمیان کوئی نزع پیدا ہوجائے اور مبتدعین کو موقع مل جائے۔ مگر، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، کسی نے ایک روز امام بخاری کی مجلس میں ایسا ایک مسئلہ ان سے پوچھ ہی لیا۔ سائل نے امام بخاری سے پوچھا کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق امام بخاری نے اس بے تکے سوال کا نہایت عمدہ جواب دیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے البتہ ہمارے اعمال اور افعال مخلوق ہیں۔ محمد بن یحیٰی الذھلی نے اگرچہ لوگوں کو اس سے روکا تھا کہ وہ امام بخاری سے کوئی اس قسم کا سوال نہ کریں کہ امام بخاری اور ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو مگر بعد میں جب انہوں نے اپنی مجلس درس کو ویران ہوتے دیکھا تو امام بخاری کے اس جواب کو غلط رنگ دے کر ان کے خلاف ایک شورش سی برپا کردی اور ان کے خلاف ایک محاذ کھڑا کردیا۔

امام مسلم وہاں سے اُٹھ آئے اور امام الذھلی سے جو کچھ لکھا تھا وہ واپس کروادیا۔ امام الذھلی کی کبیدگی اس پر بھی ختم نہ ہوئی، ایک اور اقدام اُٹھایا اور کہا کہ امام بخاری میرے ساتھ اس شہر میں نہ ٹھہریں، چنانچہ ان کے طرزِ عمل نے امام بخاری کو اتنا پریشان کیا کہ انہیں بالآخر نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ اور وہ پھر وہاں نہ گئے۔ امام الذھلی نے تعصب اور حسد کی وجہ سے امام بخاریؒ کے خلاف جو محاذ کھڑا کیا وہ اس میں اتنا آگے گئے کہ ابو حاتم اور ابوزرعہ الرازیان کو خط لکھ کر ان کو امام بخاری کے خلاف کر دیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے آپس میں نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ جب ۲۵۰ھ میں امام بخاری ان کے شہر میں پہنچے تو انہوں نے ان سے حدیثیں سنیں۔ (سیر اعلام النبلاء ،ھدی الساری ، سیرۃ البخاری اور دیگر کتب) اس ساری تفصیل کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ الذھلی چونکہ ان کے استاد ہیں اور انہوں نے ان سے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کم و بیش ۳۰، ۳۵ احادیث لی ہیں۔ اور کس طرح سے لی ہیں وہ الذھبی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

روىٰ عنه....... محمد بن اسمٰعيل البخاري ،و يدلسه كثيراً، لا يقول: محمد بن يحيى، بل يقول: محمد فقط،او محمد بن خالد ، او محمد بن عبدالله ينسبه الى الجد ، و يعمّى اسمه لمكان الواقع بينهما ، غفر الله لهما۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۲، صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵)

"ذھبی کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری امام الذھلی سے روایت کرتے ہیں اور انکے نام کے ساتھ کثرت سے تدلیس کرتے ہیں، اور روایت کرتے وقت محمد بن یحییٰ نہیں کہتے بلکہ محض محمد کہتے ہیں یا محمد بن خالد، یا پھر انہیں انکے دادا کی طرف منسوب کرتے ہوئے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں، اور امام بخاری کا الذھلی کے نام کو چھپانے کا یہ معاملہ ان دونوں کے درمیان ہونے والے واقعہ کے سبب ہے، اللہ دونوں کی مغفرت کرے۔"

ذھبی نے جس واقع کی طرف اشارہ کیا ہے وہ وہی ہے جس کو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری کا اپنی کتاب صحیح بخاری میں امام الذھلی کے نام کے ساتھ جو برتاؤ ہے وہ سنہ ۲۵۰ھ کے بعد کا ہے

اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیح بخاری امام بخاری کی ان تصانیف میں سے ہے جو آخری عمر کی ہیں

* * *

ابواب صحیح بخاری ان کے تراجم، معلقات، اور امام کا تبصرہ

صحیح بخاری کو امام بخاری نے صحیح نام نہیں دیا بلکہ اس کا نام انہوں نے رکھا جامع المسند اور ان روایات کو جمع کیا جو ان کے نزدیک صحیح تھیں البتہ صحیح بخاری کے تمام ابواب امام بخاری کے قائم کردہ نہیں (حوالہ نیچے آ رہا ہے) اور ساتھ ہی اس میں ابواب میں بلاسند اقوال و روایات بھی لکھ دی ہیں جو راقم سمجھتا ہے کہ امام صاحب نے اپنے شگردوں کو سنائیں ان پر تبصرہ کرنے

ابواب صحیح کے حوالے سے معلوم ہے کہ تمام امام بخاری کے قائم کردہ نہیں لہٰذا ان کو امام کی فقہ سمجھنا درست اقدام نہیں ہے۔ التعدیل والتجریح, لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح از ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث التجیبی القرطبیّ الباجی الأندلسی (المتوفى: 474ھ) کے مطابق

وَقد أخبرنَا أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ الْحَافِظ رَحمَه الله ثَنَا أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي إِبْرَاهِيم بن أَحْمد قَالَ انتسخت كتاب البُخَارِيّ من أَصله كَانَ عِنْد مُحَمَّد بن يُوسُف الْفربرِي فرأيته لم يتم بعد وَقد بقيت عَلَيْهِ مَوَاضِع مبيضة كَثِيرَة مِنْهَا تراجم لم يثبت بعْدهَا شَيْئا وَمِنْهَا أَحَادِيث لم يترجم عَلَيْهَا فأضفنا بعض ذَلِك إِلَى بعض وَمِمَّا يدل على صِحَة هَذَا القَوْل أَن رِوَايَة أبي إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي وَرِوَايَة أبي مُحَمَّد السَّرخسِيّ وَرِوَايَة أبي الْهَيْثَم الْكشميهني وَرِوَايَة أبي زيد الْمروزِي وَقد نسخوا من أصل وَاحِد فِيهَا التَّقْدِيم وَالتَّأْخِير وَإِنَّمَا ذَلِك بِحَسب مَا قدر كل وَاحِد مِنْهُم فِي مَا كَانَ فِي طرة أَو رقْعَة مُضَافَة أَنه من مَوضِع مَا فأضافه إِلَيْهِ وَيبين ذَلِك أَنَّك تَجِد ترجمتين وَأكْثر من ذَلِك مُتَّصِلَة لَيْسَ بَينهمَا أَحَادِيث وَإِنَّمَا أوردت

هَذَا لما عني بِهِ أهل بلدنا من طلب معنى يجمع بَين التَّرْجَمَة والْحَدِيث الَّذِي يَليهَا وتكلفهم فِي تعسف التَّأْوِيل مَا لَا يسوغ وَمُحَمّد بن إِسْمَاعِيل البُخَارِيّ رَحمَه الله وَإِن كَانَ من أعلم النَّاس بِصَحِيح الحَدِيث وسقيمه فَلَيْسَ ذَلِك من علم الْمعَانِي وَتَحْقِيق الْأَلْفَاظ وتمييزها بسبيل فكيف وَقد روى أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي الْعلَّة فِي ذَلِك وَبَينهَا إِن الحَدِيث الَّذِي يَلِي التَّرْجَمَة لَيْسَ بموضوع لَهَا ليأْتِي قبل ذَلِك بترجمته وَيَأْتِي بالترجمة الَّتِي قبله من الحَدِيث بِمَا يَلِيق بهَا

اَبُو ذر عبد بن اَحْمد الْهَرَوِیّ نے خبر دی اَلْمُسْتَمْلِی نے کہا میں نے وہ نسخہ نقل کیا جو الفِربری کے پاس تھا پس میں نے دیکھا یہ ختم نہیں ہوا تھا اور اس میں بہت سے مقامات پر ترجمہ یا باب قائم کیے ہوئے تھے جس میں وہ چیزیں تھیں جو اس باب کے تحت ثابت نہیں تھیں اور احادیث تھیں جن کے تراجم (یا ابواب) نہ تھے پس ہم نے ان میں اضافہ کیا بعض کا بعض میں اور اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ اَلْمُسْتَمْلِی اور السَّرخسِیّ اور الکشمیهنی اور ابی زید الْمروزِی نے سب نے ایک ہی نسخہ سے نقل کیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ ان سب کی حسب مقدار جو طرة میں تھا یہ اضافی رقعة پر موجود تھا جو اس مقام پر لگا تھا اس کا اضافہ کیا گیا اور اس کی تبین ہوتی ہے کہ دو ابواب ایک سے زیادہ مقام پر ہیں اور ابواب ملے ہیں حدیث نہیں ہے اور ایسا ہی مجھ کو ملا جب اہل شہر نے مدد کی کہ ابواب کو حدیث سے ملا دیں اور تاویل کی مشکل جھیلی جو امام بخاری کے نزدیک تھی اور اگرچہ وہ لوگوں میں حدیث کے صحیح و سقم کو سب سے زیادہ جانتے تھے لیکن علم معنی اور تحقیق الفاظ اور تمیز میں ایسے عالم نہیں تھے تو کیسے (ابواب کی تطبیق حدیث سے) کرتے ۔اور اَلْمُسْتَمْلِی نے اس کی علت بیان کی کہ ایک حدیث اور اس سے ملحق باب میں حدیث ہوتی ہے جو موضوع سے مناسبت نہیں رکھتی

معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کے ابواب میں ابہام ہے کہ کون سا باب لوگوں کا قائم کردہ ہے اور کون سا امام بخاری نے خود قائم کیا ہے ۔اس طرح صحیح موقف ہے کہ یہ امام بخاری کی فقہ کو پیش نہیں کرتے ۔ اس طرح نہ تو ابواب سے امام بخاری کا موقف ثابت ہوتا ہے نہ معلق روایات سے ان کا عقیدہ پتا چلتا ہے اب جو بات قابل دلیل ہے وہ یا تو روایت ہے یا امام بخاری کا اپنا کلام ہے۔

ڈاکٹر عثمانی کا تصانیف امام بخاری پر موقف

ڈاکٹر عثمانی نے اپنی زندگی میں امام بخاری کی کسی بھی تصنیف کو رد نہیں کیا اور نہ ہی ان کو غیر ثابت قرار دیا ہے-ڈاکٹر عثمانی نے تاریخ الکبیر والصغیر کے حوالے اپنی کتب میں راویوں پر جرح کے لئے پیش کیے ہیں اور تاریخ الکبیر اور تاریخ الصغیر میں امام بخاری کے اقوال کی بنیاد پر اپنے آپ کو امام بخاری کا ہم عقیدہ قرار دیا ہے- جدید جہمیوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے اور کہا کہ امام بخاری کا عقیدہ ادب المفرد سے معلوم ہوتا ہے- اس کتاب میں امام بخاری کی روایت کردہ ایک حدیث اور اس پر قائم کردہ باب ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری پکار رسول کا عقیدہ رکھتے تھے- جہمیوں نے دعوی کیا کہ امام بخاری نے پھر ان عقائد سے رجوع کیا اور صحیح البخاری مرتب کی جن میں اس قسم کے عقائد نہیں ہیں- اس آخری قول کو ڈاکٹر عثمانی کے ایک خط سے کشید کی گیا جو ایک سلفی عالم کا جواب دینے انہوں نے لکھا تھا—ڈاکٹر شفیق الرحمان چاہ رہے تھے کہ عثمانی صاحب ان تمام محدثین پر طاغوت ہونے کا فتوی دیں جنہوں نے عود روح کی روایت اپنی کتاب میں لکھی ہے- جواب دیتے عثمانی صاحب نے لکھا تھا

حنیفہ کے بعد ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر
کی ایک عبارت پیش کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور مجھ سے کہا کہ میں
بھی ان کے اس فتوے کی تائید کردوں حالانکہ یہ ان کی سادگی ہے محدثین
کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ جو بات اپنے استادوں سے سنتے تھے اسی کو
اسی طرح بیان کر دیتے تھے اس لئے جب تک وہ غلط روایت پر
اپنا عقیدہ نہ بنائیں اور صرف روایت بیان کردیں تو ان پر فتویٰ
نہیں لگایا جا سکتا اسی لئے احمد بن حنبل کے شاگردوں ' ابوداؤد '

یعنی جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ محدث نے ضعیف روایت پر عقیدہ لیا ہے اس پر فتوی نہیں لگ سکتا۔

ادب المفرد کی ایک روایت اور جہمیوں کے مطابق امام بخاری کا عقیدہ

جدید جہمیوں کی ڈیمانڈ ہے کہ ادب المفرد کی روایت کو محض روایت کرنے اور اس پر کسی کے باب بنا دینے کی وجہ سے امام بخاری پر بھی فتوی لگنا چاہیے

امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب **الادبُ المُفرد** میں یہ روایت درج کی ہے اور اس پر باب باندھا ہے کہ:

باب: مَا يَقول الرّجل إذا خدرت رجله.

ترجمہ: باب پاؤں سُن ہوجانے پر کیا کہے۔

اور پھر اس باب کے تحت درج ذیل روایت لائے ہیں:

964 - حدثنا أبو نعيم ، قال : حدثنا سفيان ، عن أبي إسحاق ، عن عبد الرحمن بن سعد : قال : خدرت رجل ابن عمر ، فقال له رجل : اذكر أحب الناس إليك ، فقال : يا محمد.

ترجمہ: عبدالرّحمٰن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ کا پاؤں سُن ہوگیا تو ایک شخص نے ان سے کہا جو آدمی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کا نام لیجئے انہوں نے کہا یا محمد۔

(الأدب المفرد للبخاري)

قارئین یہ روایت کُھلم کھلا پکار اور مدد کے شرک کی تعلیم دے رہی ہے لیکن امام بخاری نے جو باب باندھا ہے اس سے نہ شرک کی نشاندھی ہورہی ہے نہ شرک کا رد ہورہا ہاں اگر امام بخاری اس روایت پر

صحیح البخاری میں بعض اوقات ہم کو باب ملتا ہے جو صحیح عقیدے پر نہیں ہوتا مثلا المیت

يسمع خفق النعال **میت چاپ سنتی ہے یا صحیح میں باب ملتا ہے کلام المیت علی الجنازة میت کا جنازہ پر کلام کرنا**

٦٧ ـ باب الميّتُ يَسمعُ خفق النّعال

١٣٣٨ ـ حدثنا عَيّاشٌ حدّثنا عبدُ الأعلىٰ حدّثنا سعيدٌ قال .. وقال لي خليفةُ : حدّثنا ابنُ زُريعٍ حدثنا سعيدٌ عن قتادةَ عن أنسٍ رضيَ اللّهُ عنهُ عنِ النبيِّ ﷺ قال « العبدُ إذا وُضِعَ في قبرهِ وتُوُلّيَ وذَهَبَ أصحابهُ ـ حتى إنّهُ ليَسمَعُ قرعَ نعالِهم ـ أتاهُ ملكانِ فأقعداهُ ، فيقولانِ لهُ : ما كنتَ تقولُ في هذا الرّجُلِ محمدٍ ﷺ ؟ فيقولُ : أشهَدُ أنّهُ عبدُ اللّهِ ورسولُه . فيُقالُ : انظُرْ إلى مَقْعَدِكَ مِنَ النّارِ ، أبدَلَكَ اللّهُ بهِ مقعداً مِنَ الجنّة . قال النبيُّ ﷺ : فيراهُما جميعاً . وأمّا الكافِرُ ـ أوِ المنافق ـ فيقولُ : لا أدري ، كنتُ أقولُ ما يقولُ الناسُ . فيُقالُ : لا دَرَيْتَ ، ولا تَلَيْتَ . ثمّ يُضرَبُ بِمطرقةٍ مِن حديدٍ ضَربةً بينَ أُذُنَيهِ ، فيَصيحُ صَيحةً يَسمَعُها من يَليهِ إلاّ الثّقلين »

قوله : (باب الميت يسمع خفق النعال) قال الزين بن المنير : جرد المصنف ما ضمنه هذه الترجمة ليجعله أول آداب الدفن من إلزام الوقار واجتناب اللغط وقرع الارض بشدة الوطء عليها كما يلزم ذلك مع الحي النائم ، وكأنه اقتطع ما هو من سماع الآدميين من سماع ما هو من الملائكة ،

(فوٹو: صفحہ ۲۰۵_۲۰۶ فتح الباری شرح البخاری الجلد ۳_اور ابن حجر کی تشریح)

ترجمہ: باب: مردہ جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔

ایک جہمی نے لکھا

ہے ۔۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کی روایتوں پر جو باب قائم کیئے ہیں انہیں امام بخاریؒ کا فقہ کہا جاتا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ جب تمام ابواب صحیح بخاری ، محدثین کے نزدیک امام بخاری کے قائم کردہ ہی نہیں تو ان کو امام کی فقہ کہنا امام بخاری کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ امام بخاری بعض اوقات صحیح میں کسی تفسیری رائے کا بلا سند ذکر معلق روایت کی صورت میں کر دیتے ہیں جو خود ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی مثلا قرآن میں وارد لفظ متوفیک (تم کو قبضہ میں لوں گا) کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب تفسیر لکھی ممیتک تم کو موت دوں گا

عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور یہی امام بخاری کا بھی عقیدہ ہے کیونکہ انہوں نے صحیح البخاری میں نزول مسیح و خروج دجال پر

روایات دی ہیں- ظاہر ہے یہاں ان معلق روایات کو بیان کرنے کا مقصد لوگوں کے ذہن میں ڈالنا ہے کہ غلط آراء بھی پھیل جاتیں ہیں- اب جب صحیح البخاری میں غلط عنوان پر باب قائم کیا جا سکتا ہے تو ادب المفرد میں کیوں نہیں؟ پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ باب امام بخاری کا ہی قائم کردہ ہے-

چند دن پہلے تک جہمی کہہ رہے تھے کہ امام بخاری نے روایت میں موجود شرک کی نشاندھی نہیں کی -

بلکہ امام بخاری نے تو اس روایت پر باب باندھا ہے جو عام طور پر محدث کا فقہ سمجھا جاتا ہے اور بعض تو باب باندھنے کو روایت کی تصحیح کے مترادف بھی سمجھتے ہیں .. مزید یہ کہ امام بخاری نے باب میں بھی روایت کے متن میں موجود شرک کی نہ نشاندھی کی ہے نہ تردید بہرحال ان سب باتوں کے باوجود ڈاکٹر عثمانی نے صرف اس روایت کو صحیح بخاری میں درج نہ کرنے کو امام بخاری کی توبہ، اصلاح اور بیان پر محمول کیا ہے۔

لیکن اب جہمیوں کی ڈیمانڈ ہے کہ امام بخاری نے اپنی مشرکہ روایات پر توبہ نہیں کی ہے ان پر فتوی لگنا چاہیے - ان میں سے بعض لکھتے ہیں

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کی
تصنیف سے پہلے جو شرکیہ روایت اپنی
کتاب میں درج کی ہے اور اس پر اپنی
طرف سے باب بھی قائم کیا اس سے انہوں
نے اعلانیہ توبہ کی؟؟؟

قارئین یہ روایت کُھلم کھلا پکار اور مدد
کے شرک کی تعلیم دے رہی ہے لیکن امام
بخاری نے جو باب باندھا ہے اس سے نہ
شرک کی نشاندھی ہورہی ہے نہ شرک کا
رد ہورہا ہاں اگر امام بخاری اس روایت پر
درج ذیل الفاظ کے باب بھی باندھتے تو پھر
بھی کہنے کو ایک بات تھی مثلاً":

باب شرك الدعوة.

.... یا .....

باب شرك طلب المساعدة.

کتاب ادب مفرد کی روایت تو امام بخاری
کی اپنی ذاتی بات نہیں ہے بلکہ انہوں نے
اپنے استاد سے سن کر لکھی ہے جیسا کہ
حدیثیں جمع کرنے والوں کا طریقہ ہے۔
لیکن روایت پر یہ باب یا عنوان کہ "پاؤں
سن ہونے پر یامحمد کہے" یہ باب تو امام
بخاری کا اپنا موقف ہے اپنی بات ہے جو
کھلا شرک ہے، نبی کو مشکل کشا قرار دینا
ہے کیونکہ مومن ہر مشکل اور تکلیف میں
اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہے نہ کہ
نبی ولی یا شہید کی طرف۔

راقم کہتا ہے یہ جہل صریح ہے - محدث جب کتاب میں ہر قسم کی روایات جمع کرتا ہے تو ان میں سے ہر ایک پر عقیدہ نہیں رکھتا - مسند احمد کو ہی دیکھ لیں اس میں امام احمد نے ہر قسم کی

روایات لکھی ہیں لیکن اپنی دوسری کتاب العلل میں وہ خود اپنی ہی روایت کردہ مسند احمد کی بعض روایات کو رد کر رہے ہوتے ہیں- محدث پر صرف کسی چیز کو عقیدہ کہنے پر ہی فتوی لگ سکتا ہے[2]

[2] واضح رہے کہ صحیح مسلم تک کے ابواب امام مسلم کے قائم کردہ نہیں بلکہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام النووی نے قائم کیے ہیں- اس وجہ غالبا یہ ہے کہ اس دور میں ابواب قائم کرنے کی بجائے مجموعہ احادیث کو کتاب کہنے کا زیادہ رواج تھا- صحیح البخاری میں کتاب الایمان ہے، کتاب الاذان ہے کتاب التوحید ہے غیرہ - اسی طرح صحیح مسلم میں بھی ہے- مزید تہذیب و ترتیب کہ کتاب کے اندر بھی ابواب قائم کرنا یہ بعد والوں کا کام ہے

امام بخاری کا سابقہ کتب سے رجوع کا خود ساختہ نظریہ

راقم کہتا ہے کہ صحیح بخاری کو مرتب کرنے میں ۱۶ سال لگے تو اس دوران کوئی اور کتاب نہیں لکھی گئی اس کی دلیل تو کسی کے پاس ہے ہی نہیں - یہ تو محض ایک گمان ہے کہ صحیح بخاری کے بعد کوئی کتاب تصنیف نہیں کی- علم حدیث میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ صحیح بخاری کے بعد کوئی کتاب مرتب ہی نہیں کی -

راقم پوچھتا ہے کہ کیا امام بخاری نے تاریخ الکبیر کی اس عبارت سے بھی رجوع کر لیا تھا :

عبد الرحمن بن يزيد بن تميم السلمي الشامي عن مكحول، سمع منه الوليد بن مسلم، عنده مناكير، و يقال هو الذي روى عنه اهل الكوفة ابو أسامة و حسين فقالوا : عبد الرحمن بن يزيد ابن جابر .

(فوٹو: صفحہ ۳۶۵ التاریخ الکبیر قسم ا ج ۳، للبخاری المجلد ۵)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم السلمی الشامی نے مکحول سے روایت کی ہے اور اس سے سنا الولید بن مسلم نے۔ اس کی روایتوں میں منکر روایتیں پائی جاتی ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس سے اہل کوفہ، ابواُسامہ اور حسین (بن علی الجعفی) نے روایتیں بیان کی ہیں اور اُس کا نام عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم لینے کے بجائے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہہ گئے ہیں۔

(ترجمہ صفحہ ۳۶۵ التاریخ الکبیر قسم ا جلد ۳، مصنفہ امام بخاری)

امام بخاری اپنی رجال کی دوسری کتاب "التاریخ الصغیر" میں اس بات کو یوں لائے ہیں:

قال الوليد، كان لعبد الرحمن، كتاب سمعه، وكتاب آخر لم يسمعه، واما أهل الكوفة فرووا عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، وهو ابن يزيد بن تميم، ليس بابن جابر، وابن تميم منكر الحديث،

(فوٹو: صفحہ ۱۷۵ التاریخ الصغیر مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ، مصنفہ امام بخاری)

ترجمہ: الولید نے کہا کہ عبدالرحمٰن (بن یزید بن جابر) کی ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے سن کر لکھا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کی روایتوں کو انہوں نے خود نہیں سنا تھا ولیکن اہل کوفہ (ابواُسامہ اور حسین بن علی الجعفی) نے اپنی روایتوں میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کہا ہے حالانکہ جس سے انہوں نے منکر روایتیں کی ہیں وہ (عبدالرحمٰن) ابن یزید بن تمیم تھا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں تھا۔ اور ابن تمیم والا عبدالرحمٰن منکر الحدیث ہے۔

(صفحہ ۱۷۵ التاریخ الصغیر مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ، مصنفہ امام بخاری)

ظاہر ہے کہ محدث اگر ایک اور کتاب لکھ دے تو وہ اپنے اقوال اور جرح و تعدیل کے دیگر محدثین کے اقوال سے رجوع نہیں کرتا- اگر ایسا ہوتا تو امام بخاری اپنی زندگی میں ہی ان کتب کو

برباد کر دیتے کسی کو اس کی روایت اجازہ تک نہیں دیتے - خیال رہے کہ اس دور میں اجازہ ایک اہم زمہ داری سمجھا جاتا تھا اور اگر محدث اپنی کتب سے رجوع کر لے تو ایک طرح سے اجازہ بھی باقی نہیں رہتا- لہذا صحیح بخاری مرتب کرنے کا مقصد صرف اور صرف آسانی کے لئے تھا نہ کہ کسی سابقہ گناہوں کا کفارہ کرنا- اگر کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آئے تو اس کو علم حدیث کا مطالعہ درکار ہے-

ڈاکٹر عثمانی نے سلفی عالم شفیق الرحمان میں رد میں کہا تھا کہ امام بخاری نے صحیح مرتب کرکے واضح کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک صحیح کے درجے کی روایات کون سی ہیں - راقم کہتا ہے اس تبین کی وجہ سے ہم کو معلوم ہے کہ کون کون سی روایات ان کے نزدیک صحیح کے درجے کی ہیں -اس طرح یہ تبین و وضاحت ہم پر عیاں ہو گئی -
ایک جہمی اپنی شطحات کا ذکر کرتے ہیں

> یعنی محدثین کا یہ طرز عمل لوگوں کی
> گمراہی کا موجب اور سبب بن رہا تھا ...

یہ کیسے معلوم ہوا کہ لوگ یعنی جن کے پاس یہ کتب تھیں اور جو خود بھی محدث تھے وہ محض روایت سن کر اس کو قبول کر لیتے تھے جبکہ بغداد و نیشاپور میں علماء موجود تھے اور لوگ محدث کے پاس جا کر سوال کرتے تھے -اصل مسئلہ تب آتا ہے جب محدث ہی کسی ضعیف قول کو قبول کرکے اس کو عقیدہ کہہ دے-ڈاکٹر عثمانی نے لکھا تھا

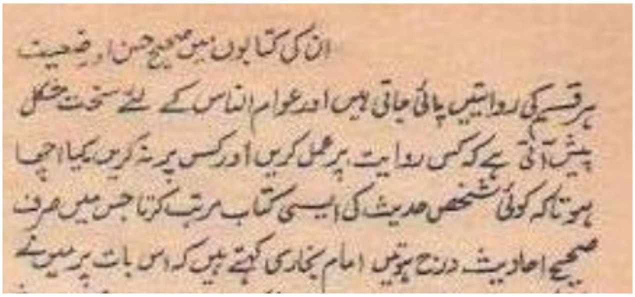

ان کی کتابوں میں صحیح حسن اور ضعیف
ہر قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں اور عوام الناس کے لیے سخت مشکل
پیش آتی ہے کہ کس روایت پر عمل کریں اور کس پر نہ کریں کیا اچھا
ہوتا کہ کوئی شخص حدیث کی ایسی کتاب مرتب کرتا جس میں صرف
صحیح احادیث درج ہوتیں امام بخاری کہتے ہیں کہ اس بات پر میں نے

عوام کو مشکل ہوتی کہ کیسے جانیں کہ کون سی صحیح و ضعیف حدیث ہے- صرف یہ کہا ہے-ڈاکٹر عثمانی نے یہ کب کہا ہے کہ حدیثیں لوگوں کی گمراہی کا سبب بن رہی تھیں ؟ مشکل کا حل بھی عوام کو معلوم تھا کہ محدثین کی مجلس میں جاؤ اور ان سے سوال کر لو کہ صحیح حدیث کون سی ہے-اس مشکل کو بد عقیدگی میں تبدیل کرنا جہمیوں کا کمال ہے-

ڈاکٹر عثمانی کا اخبار احاد سے دلیل لینا

ایک جہمی نے مزید کہا کہ ڈاکٹر عثمانی کا صحیح احادیث پر مبنی عقیدہ نہیں تھا-اس نے لکھا

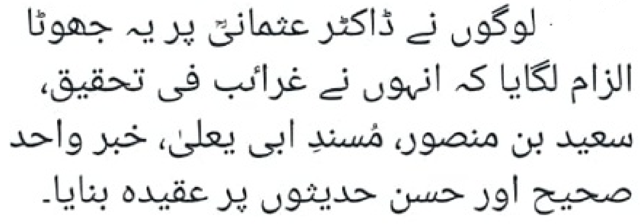

لوگوں نے ڈاکٹر عثمانیؒ پر یہ جھوٹا
الزام لگایا کہ انہوں نے غرائب فی تحقیق،
سعید بن منصور، مُسندِ ابی یعلیٰ، خبر واحد
صحیح اور حسن حدیثوں پر عقیدہ بنایا۔

راقم کہتا ہے اس جاہل کو یہ تک علم نہیں صحیح بخاری ۹۹ % خبر واحد پر مبنی ہے یعنی وہ روایت جو متواتر نہ ہوں - متواتر وہ روایت ہوتی ہے جس میں ہر طبقے کے لوگ ہوں یعنی کئی اصحاب رسول ، کئی تابعین - تابعین میں بھی ضعیف و ثقہ راوی دونوں ہو سکتے ہیں- متواتر کی شرط میں

ضعیف راوی ہر گز نہ ہو کی شرط نہیں ہے- اب امام بخاری اگر متواتر لکھی بھی ہیں تو وہ قدر اشک بلبل ہیں - جہمیوں کے رونے کے لئے یہی کافی ہے اپنی کتب میں ڈاکٹر عثمانی نے اخبار احاد (یعنی ایسی روایت جس کو ایک دو صحابی روایت کریں) کے حوالہ جات بڑے طمطراق سے دیے ہیں- اگر یہ روایات اس قابل نہیں کہ اس کو عقیدہ میں پیش کیا جائے تو عثمانی صاحب ان کو کبھی بھی پیش نہ کرتے-

جہمیوں نے مزید لکھا

ڈاکٹر عثمانیؒ پر یہ جھوٹا الزام
لگایا کہ خبرِ واحد صحیح تو دور کی بات
انہوں نے تو اپنے کتابچے **تعویذات اور
شرک** میں **حسن حدیث** پر عقیدہ بنایا ہے

راقم کہتا ہے دیکھتے ہیں سچ کیا ہے-ڈاکٹر عثمانی نے تعویذات کا شرک کتابچہ میں تحریر کیا ہے

(۱) عن ابی سعید الخدریؓ انّ النّبی صلی اللّٰہ علیه و سلّم نَهٰی عن النفخ فی الشراب۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔(ترمذی)

(۲) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما انّ النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم نَهٰی ان یتنفس فی الاناء او يُنْفَخَ فیه (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وابوداؤد)

ترجمہ: ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔(الترمذی)

یہ دونوں حدیثیں حسن صحیح ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ آج جو کام دینداری کے پردے میں کیا جا رہا ہے وہ حدیث نبویؐ کے بالکل خلاف ہے۔

اگر ان سنن ترمذی کی روایات کو جن کو امام ترمذی اور ڈاکٹر عثمانی نے خود حسن کہا ان کو دلیل میں نہیں لیا جا سکتا تھا تو عثمانی صاحب نے ان کو پیش کیوں کیا؟ کیوں لکھا کہ یہ حدیثیں حسن ہیں اور آجکل جو ہو رہا ہے وہ ان احادیث نبوی کے خلاف ہے- بلا شبہ عثمانی صاحب نے ان سے دلیل لی ہے اور لوگوں کو بھی تعلیم دی ہے کہ برتن میں پھونک مت ماریں

راقم کہتا ہے کہ جہمیوں کا تماشہ ہے کہ ان کے مطابق ڈاکٹر عثمانی کا کسی روایت سے دلیل لینا عثمانی صاحب کا عقیدہ نہیں ہے لیکن امام بخاری کوئی روایت لکھ دیں تو اس کو بخاری کا عقیدہ کہتے ہیں

صحیح البخاری کی ایک روایت اور اس سے جہمیوں کا اپنا عقیدہ کشید کرنا

جدید جہمی عقائد کے حامل لوگوں نے صحیح بخاری کی حدیث 4981, اور 7274

بَابُ : كَيْفَ نَزَلَ الوَحْيُ، وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ کیسے الوحی نازل ہوئی اور اس میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا پیش کی کہ امام بخاری کے مطابق قرآن مخلوق ہے

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله، حدثنا الليث، عن سعيد، عن ابيه، عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ما من الانبياء نبي إلا اعطي من الآيات ما مثله، اومن او آمن عليه البشر، وإنما كان الذي اوتيت وحيا اوحاه الله إلي، فارجو اني اكثرهم تابعا يوم القيامة".

ابو ہریرہ سے روایت ھے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیا میں کوئی نبی نہیں الا یہ کہ اس کو آیات دی گئیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں ، جن کی وجہ سے بشر ان انبیاء پر ایمان لاتے رھے۔ اور بے شک مجھ کو الوحی دی گئی ھے جو اللہ نے مجھ پر کی، اس لیے مجھے امید ھے کہ قیامت کے دن میرے پیرو کار دوسرے انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے

اس روایت کے الفاظ وإنما كان الذي اوتيت وحيا اوحاه الله إلي میں

صرف یہ ہے کہ

اور بے شک مجھ کو الوحی دی گئی ھے جو اللہ نے مجھ پر کی

شرح کرتے ہوئے یا ترجمانی کرتے ہوئے ہم اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ملا جو اللہ کی نشانی ہے کہ اس کو پڑھ کر آج تک لوگ مسلمان ہو رہے ہیں- غور طلب ہے کہ الوحی تو تمام انبیاء پر کی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح الوحی کی گئی ہے جس طرح موسی و عیسیٰ علیہما السلام پر ہوئی - حدیث میں جو خاص کیا گیا ہے وہ بقا آیت ہے یعنی نشانی کا باقی رہنا- اس تناظر میں ہم کو معلوم ہے صحف ابراہیم و موسی و زبور اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں-اگر کوئی الہامی کتاب اب زمین پر اصلی صورت باقی ہے تو وہ صرف قرآن ہے-اس سادہ عبارت سے جہمیوں نے البتہ استخراج کیا ہے کہ اس حدیث میں الوحی کو مخلوق قرار دیا گیا ہے، اور قرآن کو مخلوق کہا گیا ہے-

غور طلب ہے کہ اس روایت سے کسی شارح حدیث نے بھی قرآن کو مخلوق بنانے کی جرات نہیں کی- -راقم کہتا ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى . إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى

اور یہ اپنے آپ سے نہیں بولتے بلکہ یہ تو الوحی ھے جو ان پر کی جاتی ھے

اور اللہ تعالی نے فرمایا يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ یہ کلام اللہ کو بدلنا چاہتے ہیں

کلام اللہ کو بدلنا ابدی جہنم میں لے جاتا ہے- کیا مخلوق کو بدلنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ ابدی جہنم ملے ؟ظاہر ہے کہ کلام اللہ اور الوحی مخلوق نہیں بلکہ اللہ کے حکم ہیں جن کو الہ نے جبریل کو بتایا اور ان احکام کو مخلوق کا کلام نہیں کہا جا سکتا - قرآن میں اللہ تعالی نے خبر دی کہ

***

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

خبردار اللہ ھی کے لئے ھے خلق کرنا اور حکم کرنا - بڑا بابرکت ھے تمام جہانوں کا رب

یعنی اللہ خلق کرتا ہے اور حکم کرتا ہے - اللہ کا کوئی نشانی دینا اصل میں اللہ القادر کا حکم و امر ہے -اصل آیت و معجزہ یہی ہے کہ اس کے حکم پر کوئی انہونی چیز ہو جاتی ہے جس کی پیشگی خبر مشرک اقوام کو دی جاتی ہے کہ اب پہاڑ سے اونٹنی نکلے گی- اونٹ تو لوگوں نے دیکھے ہوئے تھے -اصل کمال تو یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے پہاڑ ٹوٹا اور ایک نئی مخلوق میں بدل گیا-اس امر الہی کو آیت یا حق کی نشانی کہا گیا ہے کہ رسول کی پیشگی خبر پوری ہوئی واقعی القادر و رب تعالی نے ہی اس کو مبعوث کیا ہے

جہمیوں نے لکھا کہ امام بخاری نے صحیح میں بیان کیا ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی نشانی مخلوق ہے- عرض کرتے ہیں

امام بخاریؒ پر یہ جھوٹا الزام لگایا کہ وہ وحی کو مخلوق نہیں مانتے تھے حالانکہ امام بخاریؒ تو اپنی صحیح بخاری میں دو جگہ مرفوع حدیث لائے ہیں کہ وحی بھی دیگر نبیوں کو عطا کی گئی نشانیوں کی طرح آیۃ یعنی نشانی ہے جو نبیﷺ کو عطا کی گئی اور یقینا" امام بخاریؒ کا موقف وہی ہے جو انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں درج کیا ہے۔

جبکہ امام بخاریؒ نے الصحیح البخاری کی کتاب فضائل القرآن(٤٩٨١) اور کتاب الأعتصام(٧٢٧٤) میں مرفوع حدیث درج کی ہے جس میں نبیﷺ نے فرمایا کہ پچھلے نبیوں کو ان کی نبوت کی دلیل میں نشانیاں(معجزات) عطا ہوئے مجھے نشانی **"الوحی"** عطا ہوئی ہے۔

> حدیث اپنے معنی و مفہوم میں بالکل واضح
> ہے کہ نبیﷺ نے پچھلے انبیاء کو عطا کی
> گئی نشانیوں کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے
> وحی کو بھی نشانی کہا ہے۔
> اب لامحالہ پچھلے انبیاء کو دی گئی
> نشانیاں مثلاً" موسیٰ علیہ السلام کی
> لاٹھی اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی جو
> مخلوق ہیں ان کی مماثلت وحی کے ساتھ
> تبھی ہوگی جب وحی بھی مخلوق ہو۔

جہمیوں کا مدعا ہے کہ قرآن اللہ کی نشانی ہے اور نشانی ہمیشہ مخلوق ہوتی ہے- یہ کم عقلی ہے کہ آیت و نشانی کو محض مخلوق سمجھا جائے -اس روایت میں کہاں ہے کہ قرآن مخلوق ہے؟ اس روایت میں سرے سے ایسا کچھ نہیں ہے کہ منزل من اللہ کتاب کو مخلوق کہا جائے- نشانی تو اصل میں حکم الہی سے کسی چیز کا بدلنا ہے- پہاڑ اگر جانور میں بدل جائے تو یہ تبدیلی نشانی ہے، لاٹھی سانپ میں بدل جائے تو یہ تبدیلی نشانی ہے، چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو یہ تبدیلی نشانی ہے-اب چونکہ نشانی مخلوق کو دکھائی جا رہی ہے تو مخلوق کا ذکر اس میں آتا ہے- البتہ کیا مخلوق نشانی ہے یا تبدیلی عمل نشانی ہے اس میں اہل سنت کا جہمیوں سے اختلاف ہے- اہل سنت کے نزدیک تبدیلی کا عمل اصل میں معجزہ ہے جو القادر کی نشانی ہے کہ القادر کے حکم پر کچھ بھی ہو جاتا ہے-سانپ، اونٹنی، وغیرہ معجزہ ان معنوں میں ہیں کہ ان کا خلق ہو جانا معجزہ ہے، القادر کی قوت و قدرت کا کرشمہ ہے- اس وجہ سے ہر معجزہ کرشمہ الہی ہے - جس جس نبی کو جو معجزہ دیا گیا، اس کی مناسبت سے مذکورہ خوارق العادت واقعات کو نبی کا معجزہ اردو میں لکھا جاتا ہے مثلا موسی علیہ السلام کے کو جو نشانی ملی اس کو موسی کا معجزہ لکھ دیا جاتا ہے لیکن اس کو قوت موسی نہیں سمجھا جاتا-

قرون اولی کے جہمیوں کے عقائد کیا تھے ؟

تعلیق مختصر علی کتاب لمعۃ الاعتقاد الہادی إلی سبیل الرشاد میں اور کتاب مذکرۃ علی العقیدۃ الواسطیۃ میں محمد بن صالح بن محمد العثیمین نے ذکر کیا

الجهمية، قالوا ليس الكلام من صفات الله وإنما هو خلق من مخلوقات الله يخلقه الله في الهواء أو في المحل الذي يسمع منه وإضافته إلى الله إضافة خلق أو تشريف مثل: ناقة الله وبيت الله

الجھمیۃ نے کہا کہ اللہ کا کلام اس کی صفات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مخلوق میں سے ایک ایسی تخلیق ہے جسے اللہ تعالیٰ ہوا کسی جگہ پیدا کرتا ہے جہاں اس کی سنسناہٹ کو سنا جاتا ہے۔ اور کلام اللہ میں اضافت خصوصیت یا عزت کی صفت ہے، جیسا کہ اللہ کی اونٹنی یا بیت اللہ ہے۔

کتاب شرح العقیدۃ السفارینیۃ میں محمد بن صالح بن محمد العثیمین بتاتے ہیں

قول الجهمية والمعتزلة وأتباعهما، يقولون: إن الله تعالى يتكلم بكلام يسمع، وبحرف، ومتى شاء، وبما شاء، ولكن ليس كلامه صفة فيه، بل كلامه مخلوق من مخلوقاته بائن منه

جھمیہ اور معتزلہ اور ان کی اتباع کرنے والوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے جس کو سنا جاتا ہے جب جب چاہتا ہے لیکن کلام اس کی صفت نہیں بلکہ کلام اللہ مخلوق ہے اور مخلوقات رب سے جدا ہیں

* * *

راقم کہتا ہے قرآن ، الوحی ہے جو آسمان سے نازل ہوئی اور مخلوق ہر گز نہیں بلکہ الہ کا امر و حکم ہے اور اللہ کا امر و حکم اس کی تخلیق نہیں ہے۔ حکم کی وجہ سے خلق ہوتا ہے۔ جاہل جہمیوں نے ان دونوں کو مکس کر دیا ہے اور اب چاہ رہے ہیں کہ ان کی شطحات کو درجہ قبولیت ملے۔ ہر گز نہیں !

خود امام بخاری نے کتاب التوحید بَابُ {قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ} [الأنعام: 19] میں تبصرہ میں کہا ہے

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القُرْآنَ شَيْئًا، وَهُوَ صِفَةٌ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ»، وَقَالَ: {كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ} [القصص: 88]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو شی کہا اور یہ قرآن صفت ہے اللہ کی صفتوں میں سے

أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ) ان الفاظ پر کہتے ہیں

قَوْله: وَهُوَ صفة أَي: الْقُرْآن صفة من صِفَات الله أَي: من صِفَات ذَاته، وكل صفة تسمى شَيْئا بِمَعْنى أَنَّهَا مَوْجُودَة

امام بخاری کا قول : یہ صفت ہے یعنی قرآن اللہ کی صفات میں سے صفت ہے یعنی صفت ذات میں سے اور اس کو شی بھی نام دیا گیا ہے اس معنی میں کہ یہ موجود ہے

کتاب للامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح از شمس الدين البِرْماوي، أبو عبد الله محمد بن عبد الدائم بن موسى النعيمي العسقلاني المصري الشافعي (المتوفى: 831 هـ) میں ہے

وقوله: (وسمى النبي - صلى الله عليه وسلم - القرآنَ شيئًا)؛ أي: في الحديث الآتي، والقرآن صفة الله تعالى

اور امام بخاری کا قول کہ قرآن شی ہے ... اور قرآن یہ اللہ کی صفت ہے

یہاں شارحین کی آراء بھی پیش کی گئی ہیں کہ امام بخاری کا مدعا یہی ہے کہ قرآن اللہ کی صفت میں ہے۔ اب اگر قرآن اللہ تعالی کی کلام کی صفت میں سے ہے تو یقینا یہ مخلوق نہیں ہے۔ جہمی نے جوابا امام بخاری کے موقف پر تنقید میں کہا

> ملاحظہ کریں اگر عالم صاحب کے
> بقول وحی نشانی یعنی مخلوق نہیں ہے تو
> کیا اللہ اپنی ذات و صفات کی حفاظت کرتا
> ہے؟

قرآن اگر آیات اللہ ہیں تو جہمی کے نزدیک ان کا مخلوق ہونا ضروری ہے ورنہ یہ عجیب بات ہو گی کہ اللہ قرآن کی حفاظت کرے اور وہ اس کی صفت بھی ہو۔ جاہل جہمی سے یہی کہا جا سکتا ہے

فَمَالِ هَـٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

قرآن جو زمین پر ہمارے پاس ہے اس کو گمراہ فرقے تبدیل نہ کر سکیں اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے لیکن قرآن اصلا کلام اللہ تو رہے گا جو جبریل نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ قرآن جو الوحی کے وقت نازل ہو رہا تھا بات اس کی ہو رہی ہے اور وقت نزول وہ امر اللہ میں سے تھا اور ہے اور اللہ کا امر مخلوق نہیں ہے

* * *

کلمہ اللہ کا عربی میں مطلب کیا ہے ؟

ایک جھمی نے راقم سے ویب سائٹ پر سوال کیا

السّلامُ عَلیکُم۔

محترم قرآن کی سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں تو عیسی علیہ السّلام کو بھی "کلِمَۃُاللہ" اور آیۃ(نشانی) کہا گیا ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السّلام کو مخلوق کہنا غلط ہے؟

... اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ ((بِکَلِمَۃٍ)) مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ
(آل عمران آیت45)

وَلِنَجْعَلَہٗٓ ((اٰیَۃً)) لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا
(مریم آیت21)

جواب

اللہ تعالی کلام کرتا ہے اس نے موسی علیہ السلام سے کلام کی خبر خود دی ہے —جب اللہ کلام کرتا ہے تو وہ حکم الہی کہا جاتا ہے-اس کو کتاب میں لکھ دیا جائے تو توریت ، زبور ، انجیل و قرآن بن جاتا ہے - ان سب کو کلام للہ کہا جاتا ہے - اگر اللہ کوئی خاص حکم کرے کسی مخلوق کو حکم دے کہ قانون قدرت بدل دے تو اس وقت وہ حکم کلمہ اللہ ہے جو اس مخلوق تک پہنچا اور اس نے اس پر عمل کیا- اللہ کا حکم مریم کے رحم کو ملا کہ ایک روح ان کے جسم میں آ جائے گی بلا شادی کے - اس بات کو اللہ نے کلمہ اللہ کہا ہے یعنی مریم کو بشارت دی کہ ان کے رحم کو حکم الہی دیا جا رہا ہے - اس کی خبر قرآن میں ہے کہ مریم کو کلمہ اللہ کی خوش خبری دی گئی - اللہ تعالی نے عیسیٰ کو روح منہ (میری طرف سے روح) کہا ہے آدم کو روحی کہا ہے

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي [الحجر:29]. اور آدم میں اپنی روح پھونکوں

: **حدیث ہے** من شهِدَ أَنْ لا إله إلا الله وحدَهُ لا شريكَ لهُ وأنّ محمدًا عبدُه ورسولُه وأنَّ عيسى عبدُ الله ورسولُه وكلمتُه ألقاها إلى مريمَ وروحٌ منه والجنةَ حقٌّ والنارَ حقٌّ أدخَلَهُ الله الجنةَ على ما كانَ منَ العملِ » ، رواه البخاري ومسلم.

جس نے شہادت دی کہ ... عیسیٰ اللہ کے بندے اور کلمہ ہیں جو مریم کو القا کیا گیا

- یعنی حکم الہی مریم کو القا ہوا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کا کلمہ مریم کے بطن میں جا کر عیسیٰ بن گیا- ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ کلمہ ان کو القا ہوا یعنی بطن مریم کو حکم ہوا تھا کہ روح عیسیٰ کو لے لے اور اس نے روح کو لے لیا، بس اس وجہ سے عیسیٰ کو کلمہ کہا جا رکھا ہے کہ وہ اللہ کے خاص حکم سے بنے- قرآن میں ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ ((بِكَلِمَةٍ)) مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ...

اللہ خوش خبری دیتا ہے تم کو اپنی طرح سے ایک کلمہ کی جس کا نام عیسیٰ مسیح ابن مریم ہے

اللہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے ایک روح پہلے سے خلق کی ہوئی ہے جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے اور وہ حکم الہی کے تحت بطن مریم میں ڈالی جا رہی ہے- قرآن میں ہے کہ زمین و آسمان تمام من اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف سے ہیں یعنی اس نے خلق کیے ہیں

[سورة الجاثية] وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (13)

اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے

زمین و آسمان سب اللہ کی طرف سے ہے- اسی طرح کلمہ اللہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے حکم ہے - اللہ اور اس کی صفات اس سے جدا نہیں ہیں کہ ہم کئی الہ تخلیق کر لیں- جو چیز بھی زمین میں ہے مخلوق ہے لیکن جو ذات عرش پر ہے وہ مخلوق نہیں، یہ کلیہ ہے- زمین و آسمان کو اللہ نے اپنی ملکیت کہا ہے اور اس میں اس کا حکم بھی سنا جاتا ہے، زمین تک یہ حکم آتا ہے، آسمان پر آتا ہے، فرشتوں پر آتا ہے، مریم تک بھی آیا

امام احمد نے کتاب الرد على الجهمية والزنادقة میں ذکر کیا کہ قرن دوم کے جہمی کیا کہہ رہے تھے :

ثم إن الجهم ادعى أمرًا آخر فقال: إنا وجدنا آية في كتاب الله تدل على أن القرآن مخلوق.

فقلنا أي آية؟

فقال: قول الله: {إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ} [النساء: 171] .

وعيسى مخلوق.

فقلنا: إن الله منعك الفهم في القرآن، عيسى تجرى عليه ألفاظ لا تجري على القرآن، لأنه يسميه مولودًا وطفلا وصبيًّا وغلامًا، يأكل ويشرب، وهو مخاطب بالأمر والنهي، يجري عليه اسم الخطاب والوعد والوعيد، ثم هو من ذرية نوح، ومن ذرية إبراهيم، ولا يحل لنا أن نقول في القرآن ما نقول في عيسى: هل سمعتم الله يقول في القرآن ما قال في عيسى؟ ولكن المعنى من قول الله جل ثناؤه: {إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ} [النساء: 171] .

فالكلمة التي ألقاها إلى مريم حين قال له: كن، فكان عيسى: بكن ليس عيسى هو الكُنُّ، ولَكِنْ بالكُنِّ كَانَ، فالكُنُّ من الله قول، وليس الكن مخلوقًا

پھر جھم نے ایک اور دعوی جڑ دیا پس اس نے کہا : ہم نے کتاب اللہ میں آیت پائی جو دلیل ہے کہ قرآن مخلوق ہے

ہم نے پوچھا کون سی ؟

کہنے لگا : اللہ کا قول {إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ} [النساء: 171]

اور عیسیٰ مخلوق ہے

ہم نے کہا : اللہ نے منع کر دیا ہے کہ تجھ کو قرآن فہمی ہو ، عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو قرآن پر لاگو نہیں ہوتیں کیونکہ ان کی پیدائش ہوئی، ایک بچہ ور پھر ، ایک لڑکا اور پھر ایک جوان بنے، جو کھاتے پیتے تھے۔ ان کو احکامات اور ممانعتوں کے ساتھ

مخاطب کیا گیا ہے، جو براہ راست خطاب، وعدوں اور دھمکیوں سے مشروط ہے۔ اس کے علاوہ وہ نوح کے نسب اور ابراہیم کی اولاد سے ہے۔ ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ ہم قرآن کے بارے میں وہ کہیں جو ہم یسوع کے بارے میں کہتے ہیں۔ کیا تم نے کبھی اللہ کو قرآن میں سنا ہے کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا ہے؟ اللہ نے کہا {إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ} [النساء: 171] .

پس کلمہ یہ القا ہوا مریم کو جب کہا گیا کن ہو جا پس عیسیٰ خلق ہو گئے، (کن) یسوع نہیں ہے۔ بلکہ وہ (کن) سے وجود میں آئے۔ پس (کن) اللہ کی طرف سے ایک لفظ ہے، اور "کن" مخلوق نہیں ہے.

اس سے واضح ہوا کہ کن کا لفظ اللہ کا امر ہے یہ مخلوق نہیں ہے بلکہ اس امر الٰہی سے چیزیں خلق ہوتی ہیں

* * *

مخلوق میں صفات اللہ کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ کے ننانوے 99 نام ہیں جو کہ سارے اس کے اسماء ہیں۔ متکلمین نے ان ناموں کو صفت کہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ الخالق ہے ساری مخلوق اس پر گواہ ہے اور دلالت کر رہی ہے۔ اللہ الممیت ہے یعنی موت دیتا ہے، موت سے کسی کافر کو بھی مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ المحی ہے یعنی زندگی دینے والا ہے۔ ساری مخلوق اس سے واقف ، اللہ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے اس نے اپنا تعارف اپنی صفات کے ذریعے سے کروایا ہے۔ کہ وہ خالق ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا وہ ہی زندگی اور موت دینے والا ہے وہی رزق فراہم کرنے والا الرازق ہے۔ یہی اللہ کا تعارف ہے جو کہ اس نے اپنی صفات کے ذریعے کروایا ہے۔ یعنی اللہ کی یہ صفات مخلوق پر عیاں ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ مخلوق اپنے خالق کی خلاقیت کا جو اظہار کر رہی ہے وہ اللہ کے خالق ہونے اور اپنے مخلوق ہونے کا اعلان و اظہار ہے۔

مدعا یہ ہے کہ مخلوق دیکھ رہی ہے کہ اللہ نے آسمان و زمین کو خلق کیا ہے اس کی صفت خلاقیت سے ہم اس طرح واقف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ١٧

تو کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجیب پیدا کئے گئے ھیں۔

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ١٨

اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔

وَ اِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ۱۹

اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ھیں۔

وَ اِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ۲۰

اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئ۔

ان آیتوں میں اللہ تعالی کی صفت تخلیق کی طرف بار بار اشارہ کیا گیا ہے کہ کیا یہ سب ایسے ہی بن گیا؟ ہر گز نہیں۔ یقینا ایک الخالق موجود ہے اور اس صفت خلق سے مخلوق واقف ہے اور اہل ایمان اس پر گواہ ہوئے

شهد الله أنه لا إله إلا هو والملائكة وأولو العلم قائما بالقسط لا إله إلا هو العزيز الحكيم

اب کوئی احمق یہ بولے کہ اللہ کی صفت مخلوق مطلّقا نہیں دیکھ سکتی تو یہ جملہ مکمل صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالی بعض صفات یقینا ہم دیکھ رہے ہیں کہ تخلیق ہو رہی ہے اور وہ رب ہے ہمیں رزق دیتا ہے وہ زندگی و موت دیتا ہے۔ جاہل جھمیوں نے اس سب لکھے کو سمجھنے کی بجائے کہا کہ اگر اللہ تعالی کی صفت تخلیق کو مخلوق دیکھ رہی تو یہ منصور بن حلاج کا عقیدہ بن جائے گا جس کا دعوی تھا کہ اللہ اس میں حلول کر گیا ہے، جذب ہو گیا ہے ملاحظہ کریں

اس تعریف کو وحدث الوُجود کا نام دیتے
ہیں مشہور صوفی حسین ابن منصور حلّاج
کا شعر ہے:

__ ثم بدا فی خلقہ ظاھرا
__ فی صورۃ الاکل والشارب

پھر اللہ اپنی مخلوقات میں کھانے پینے
والے کی شکل میں ظاہر ہوا

__ حتی لقد عاینہ خلقہ
__ کلحظۃ الحاجب بالحاجب

یہاں تک کہ اس کو اس کی مخلوق نے اس
طرح دیکھا جیسا ایک دیکھنے والا دوسرے
کو دیکھتا ہے
(تاریخ بغداد، جلد ۸ صفحہ۱۲۹)

جہمیوں کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ ان کو منصور کے عقیدے کا بھی صحیح طور علم نہیں ہے۔ منصور حلاج کا دعوی تھا کہ اس میں اللہ کی صفت آ گئی ہے اور اسی کی وجہ سے وہ آیات و معجزہ دکھا رہا ہے اور اللہ ایک طرح اس میں جذب ہے، جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ بھی اس کے اندر چلا گیا ہے۔ اس عقیدے کا اللہ کی صفت خلاقیت سے کیا تعلق ہے؟ ہر مسلم اللہ کی صفت خلاقیت کا قائل ہے بلکہ مشرکین مکہ تک یہ کہتے تھے کہ اس زمین و آسمان کو اللہ نے خلق کیا ہے۔ اللہ تعالی کے وجود کی پہلی نشانی جو کوئی انسان دیکھتا ہے وہ یہی اللہ کی صفت تخلیق ہے۔ غور طلب ہے کہ منصور حلاج کے مدح فرقوں کا بھی یہی قول ہے کہ اللہ تعالی مخلوق کو معجزہ دے سکتا ہے بس اس عمل میں وہ مخلوق میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ کلامی فسلفہ قابل رد ہے کیونکہ اللہ تعالی مخلوق میں داخل نہیں ہوتا وہ مخلوق سے جدا ہے

جہمی کا قول ہے کہ مردہ، زندہ کرنے کی آیت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی اور اس کا مطلب یہ بیان کرتا پھرے کہ جس میں مدعا محض یہ ہو کہ عیسیٰ میں قوت الٰہیہ منتقل ہو گئی تھی تو شخص کے عقائد کا رد کیا جائے گا

اس سے قبل واتقوا اللہ قسط دوم میں اس پر وضاحت کی گئی تھی کہ صفات الٰہیہ انبیاء کو نہیں دی جاتیں کہ ان کو قوت مخلوق سمجھا جانے لگا جائے- سوال یہ تھا کہ کیا اللہ تعالی کی صفت صوفیاء میں ظاہر ہوتی ہے؟ صوفیاء کے نزدیک ان کے صوفی بھی زندہ کر سکتے ہیں مار بھی سکتے ہیں- عالم بالا میں اڑ کر یا کشف میں بھی چلے جاتے ہیں- ان صفات کو ایک غیر نبی سے منسوب کرنے کا اہل حق رد کرتے آئے ہیں-

اللہ کی ذات کو ظاہر عینی گردانںے والے، مخلوقات میں اس کے حلول کو مانتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کو مخلوقات کی صورت وشکل میں ظاہر ہونے کے مدعی اور علمبردار ہیں۔

دوسرے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق میں ظاہر ہونا مانتے ہیں انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے معجزات سے اللہ کی صفت ان میں ظاہر ہونے کا عقیدہ بنایا ہے۔ سطور بالا میں کماحقہ روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ معجزات اللہ کی طرف سے نشانیاں ہیں جو اللہ کے امر سے واقع، ظاہر یا رونما ہوتی ہیں۔ اللہ کا امر اس کا حکم ''کن'' ہے۔ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے جس کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس میں اللہ کی صفات مخلوق میں آ جانے یا ظاہر ہونے کا کوئی معاملہ ہے ہی نہیں۔ اللہ کی صفات مخلوق میں ظاہر ماننے والوں نے اللہ کے ''الظاہر'' ہونے کو اللہ کی صفات آنکھوں سے نظر آنا مراد لیا ہے۔ یہ گمراہ کن عقیدے کے لیے بڑا جاہلانہ استدلال ہے۔ اللہ کے ''الظاہر'' ہونے کا یہ مطلب سرے سے ہے ہی نہیں کہ اس کی ذات یا اس کی صفات لوگوں کو آنکھوں سے نظر آتی ہوں۔ پوری کائنات اور اس کا نظام اس کی ذات کی موجودگی کا اعلان اور ثبوت ہے۔ آفاق وانفس میں اس کی نشانیاں ہیں۔ دن ورات، سورج وچاند وستارے، بادل، بارش، ہواؤں کا چلنا، زمین کا اگانا اور وہ سب کچھ جو اس نے پیدا فرمایا ہے۔ جس کا احصاء انسان کے لیے ممکن نہیں۔ یہ سب اس کی ذات وصفات کے مرہون ہے۔ مگر یہ سب مخلوق ہیں۔ اور اس کی ذات کا اظہار اور اعلان کر رہی ہیں۔ اس اظہار میں نہ اس کی ذات عرش بریں سے اتر کر مخلوق میں آسمائی ہے اور نہ اس کی صفات اس کی ذات سے الگ ہو کر مخلوق میں آ موجود ہوئی ہیں۔ اللہ زمین آسمان کا نور ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ زمین وآسمان میں جو روشنی ہے وہ نعوذ باللہ اللہ کی ذات ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ زمین وآسمان اس کے دم سے قائم ہیں، اس کی ہر رونق اللہ کی وجہ سے ہے۔

صحیح عقیدہ ہے کہ صفات اللہ چاہے انبیاء ورسول ہوں یا صوفیا ہوں ان میں منتقل نہیں ہوتیں کہ ان کو ان کے ہاتھ پر ظاہر ہونا ان کی قوت یا قوت من جانب اللہ سمجھا جائے- جہمیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے بھی کتاب عذاب البرزخ میں لکھا ہے کہ قلیب بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے- یقینا قلیب بدر کو معجزہ سمجھا گیا ہے اور ان انبیاء کے معجزات کو اللہ کی طرف سے کیا گیا یہ اللہ کا فعل ہیں

راقم ڈاکٹر عثمانی کی جمعہ کی کئی تقاریر سن چکا ہے اور کہیں بھی اس قسم کا باطل عقیدہ انہوں نے بیان نہیں کیا جو جاہل جہمی ان سے منسوب کرنا چاہ رہے ہیں
اللھم اھدنا فیمن ھدیت